بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسول الکریم   و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

چندسوالات اوراُنکے جوابات

"قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔"(یونس۔۱۷)

تو کہہ دے کہ اگراللہ چاہتاتو میں اِسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا نہ وہ خودتمہیں اِس سے خبردار کرتا۔دیکھو میں اِس سے پہلے بھی تم میں اپنی بڑی عمرگزار چکا ہوں،کیا پھربھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔؟

بخدمت جناب۔۔۔۔؟؟؟؟؟

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکےسوالات اورمیرے جوابات درجِ ذیل ہیں۔

QN-1. After making a devine claim you must live 23 years after that

(devine claim)اِلٰہی دعویٰ یعنی ایسادعویٰ جواللہ تعالیٰ کے نام پر کیاجائے کے بعدمدعی کاتیئیس (۲۳)سال تک زندہ رہناضروری ہے

الجواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِo لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِo ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَo فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَo"(سورۃالحاقۃ آیات نمبر۴۵تا۴۸)ترجمہ۔اوراگر یہ شخص (محمدﷺ)ہماری طرف جھوٹا اِلہام منسوب کردیتا،خواہ ایک ہی ہوتا۔تو ہم یقیناً اِس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔اور اِس کی رگ جان کاٹ دیتے۔اور اِس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اِسے درمیان میں حائل ہوکر(خدا کی پکڑ سے)بچاسکتا۔(ترجمہ ازتفسیرصغیر)

Chapter No,69 Al-Haqqah Verses (45 to 48)

(45) And if he had forged and attributed any sayings to us,

(46)We would surely have seized him by the right hand,

(47)And then surely We would have severed his life-artery,

(48)And not one of you could have held Us off from him.

In the light of these verses Hadhrat Mahdi and Massih-e-Maud(as) says:

اِن آیاتِ اِلٰہی کی روشنی میں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ جھوٹے مدعیٔ اِلہام کےمتعلق فرماتے ہیں:۔

''اِسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادق کیلئے آنحضرتﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہےاور ہرگزممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہوکراورخدا پر اِفترا کرکے آنحضرتﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس (۲۳)برس تک مہلت پاسکےضرور ہلاک ہوگا۔''(اربعین نمبر۴(دسمبر۱۹۰۰ء)بحوالہ روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ۴۳۴)

نوٹ:۔اگر یہ کتاب کسی کے پاس نہ ہوتو وہ ویب سائٹ(http://www.alislam.org/)پرروحانی خزائن جلدنمبر۱۷میں سے کتاب اربعین کا یہ متعلقہ حوالہ متعلقہ صفحہ پر دیکھ سکتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ صادقوں کوبھی مخالفین اورکفار اَیذیتیں دیا کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اُنکے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اورمصلحین شہید بھی ہوئے ہیں۔لیکن دنیائے مذہب میں ہمیں کسی ایک صادق کی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کفار کے ہاتھوں اُسکی شہ رگ قطع ہوئی ہو۔جھوٹے مدعی اِلہام کی شہ رگ کا قطع ہوجانا اُسکے مفتری ہونے کا ثبوت ہے جوکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اُس کیلئے مقرر کرچھوڑا ہےاور اِس سے کسی بھی متقی مسلمان کومفَر نہیں۔اب زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات کی روشنی میں اور اِس پرقرآن مجید کی تصدیقی مہرکیساتھ یہ حقیقت تو اظہرمن الشّمس ہے کہ خلیفہ ثانی نے حلف اُٹھا کر جودعویٰ مصلح موعود کیا تھا وہ دعویٰ قطعی طور پر جھوٹا دعویٰ تھا۔اب سوال یہ ہے کہ آیا خلیفہ ثانی مفتری علیٰ اللہ کے

متعلق اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا کی زد میں آئے تھے یا کہ نہیں۔؟ خاکسار یہاں عرض کرتا ہے کہ متذکرہ بالا قطع وتین کا یہ قرآنی فرمان اپنی قہری تجلّی کیساتھ خلیفہ ثانی کی ذات میں پورا ہوا اور تاریخ احمدیت میں یہ ایک ایسا منفرد واقعہ ہے جس سے کوئی بھی احمدی اِنکار نہیں کر سکتا۔خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے دس سال بعد یعنی دس (۱۰) مارچ ۱۹۵۴ء کے دن آیاتِ مذکورہ بالا کی وعید جس طرح پوری ہوئی اُسکی تفصیل مولوی ابُو العطا صاحب جالندھری ''مدیر الفرقان'' کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔آپ لکھتے ہیں:۔

خلیفہ ثانی کی شہ رگ پر قاتلانہ حملہ

''مورخہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے مسجد مبارک ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت امیر المومنین مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان (مُسمّی عبدالحمید ولد منصب دار قوم جٹ چک نمبر ۲۲۰ جج والا تھانہ صدر لائلپور (فیصل آباد) سابقہ وطن تھانہ کرتار پور تحصیل وضلع جالندھر) نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔چاقو کا یہ وار حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔(دراصل چاقو کا یہ وار گردن پر شہ رگ کے قریب نہیں پڑا تھا بلکہ اس سے شہ رگ قطع ہوگئی تھی۔ اِسکی تفصیل آگے آئے گی۔ ناقل) حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آجانے کے باعث اِس مرتبہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی بجائے چاقو اسے جا لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اُسے قابو میں لایا گیا اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے۔۔۔۔حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کیساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا، جس سے حضور کے تمام کپڑے، کوٹ، مفلر، سویٹر، قمیض، دو بنیانیں اور شلوار خون سے تر بہ تر ہو گئے۔حضور کیساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے (خاکسار اُبوالعطا کے کوٹ، پاجامہ اور پگڑی پر بھی اس پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر اِبتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی۔اور زخم کو صاف کر کے اور ٹانکے لگا کر سی دیا۔اِبتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے۔لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور اُنہوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح مُعائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شاہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لے کر قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانکے لگا دیئے۔۔۔''(تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۱)

چاقو کا یہ زخم کافی لمبا اور گہرا تھا لیکن دھیرے دھیرے بعد ازاں یہ زخم وقت کیساتھ جلد مندمل ہوتا گیا۔زخم کے مندمل ہو جانے کے باوجود خلیفہ ثانی ہمہ وقت بے چین رہتے تھے۔حملہ کے ایک سال بعد اُنہوں نے اپنا مکمل چیک اَپ کروانے کیلئے یورپ جانے کا فیصلہ کیا۔بعد ازاں یورپ میں زیورچ، ہمبرگ اور لندن کے چوٹی کے سرجنوں نے اِن کے زخم کا اِنتہائی جدید ایکس ریز کیساتھ تفصیلی معائنہ کیا۔جیسا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب کے درج ذیل حوالہ سے ظاہر ہے:۔

Hadhrat Ch Mohammad Zafrullah Khan says in his book:

"He was examined very thoroughly by top experts in Zurich,Hamburg and London with such assistance as could be drawn from X-ray impressions,etc., and the unanimous conclusion was that the point of the knife had broken at the jugular vein and was embedded in it.The expert advice was that no attempt should be made to extricate it as the risk to his life involved in any such operation was too serious to be worth taking."(Ahmadiyyat, *the renaissance of Islam*-page No 332 / Tabshir Publications /1978)

یورپ کے تینوں بڑے شہروں کے ماہر سرجنوں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ چاقو کے بلیڈ کی نوک ٹوٹ کر شہ رگ میں دھنس گئی تھی۔اُنکی متفقہ رائے یہ بھی تھی کہ اگر ٹوٹی ہوئی نوک شہ رگ سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو مریض کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔لہٰذا اُنہوں نے شہ رگ میں دھنسی ہوئی یہ چاقو کی نوک نہیں نکالی۔بعد ازاں دن بدن خلیفہ ثانی کی صحت گرتی گئی۔فالج بھی ہو گیا۔شہ رگ پر حملے کے گیارہ سال آٹھ ماہ تکلیف میں گزار کر بالآخر ۸۔نومبر ۱۹۶۵ء کو وہ فوت ہو گئے۔آگے جانے سے پہلے رسالہ اربعین ہی سے حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کا ایک اور اِرشاد یہاں نقل کیا جاتا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں۔

''اورقرآن شریف میں صدہا جگہ اِس بات کو پاؤ گے کہ خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو ہرگز سلامت نہیں چھوڑتا اور اِسی دنیا میں اِس کو سزادیتا ہے اور ہلاک کرتا ہے۔'' (اربعین بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۴)

جیسا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی مفتری علی اللہ (جھوٹا مدعی الہام) آنحضرت ﷺ کی طرح دعویٰ کے بعد تیئیس (۲۳) سال کا زمانہ نہیں پاسکتا۔ اسی طرح حضورؑ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مفتری علی اللہ کو اللہ تعالیٰ نہ صرف ہلاک کرتا ہے بلکہ اسے سزا بھی دیتا ہے۔ اگر کوئی محمودی یہ اعتراض کرے کہ خلیفہ ثانی اِس حملے کے نتیجہ میں فوت نہیں ہوئے تھے۔؟ تو جواباً عرض ہے کہ اگر کسی جھوٹے شخص کی شہ رگ کاٹ کر اللہ تعالیٰ اُسے موقعہ پر ہی ہلاک کردے تو اس سے مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہموں کو جو وعید سنائی ہے اُسکی غرض و غایت پوری نہیں ہوسکتی۔ وہ اس طرح کہ جھوٹے ملہم کی ہلاکت (بیشک یہ ہلاکت شہ رگ کے کٹنے سے ہی ہوئی ہو) کے بعد اُس کے مرید تو اُسے مظلوم امام یا شہید اور نہ جانے کیا کیا بناتے پھریں گے لہٰذا اِس طرح ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے مفتری کو نہ صرف تیئیس (۲۳) سال سے کم عرصہ میں ہلاک کرے بلکہ اُسے اذیت اور سزا بھی دے تاکہ اُسکے مرید اُسے شہید اعظم وغیرہ نہ بناسکیں۔ خلیفہ ثانی اگر تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے اپنے دعویٰ کو مثیل بشیر احمد اول تک محدود رکھتے تو وہ ''ولو تقول علینا'' کی گرفت میں ہرگز نہ آتے لیکن اگر وہ ایسا کرتے تو اُسکی اور اُسکی اولاد کی نفسانی خواہشات اور اُن کا ہزار سالہ حکومت کا خواب پورا نہیں ہوسکتا تھا۔

QN-2. The dream of Mahmud

الجواب

خلیفہ ثانی کا خواب

''میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہورہی ہے وہاں کچھ عمارتیں ہیں۔ نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ٹرنچز (Trenches) ہیں۔ بہرحال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جنکے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔ یا یونہی مجھے ان سے تعلق ہے۔ میں ان کے پاس ہوں۔ اتنے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں۔ برسرپیکار ہے یہ معلوم کرلیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کردیا ہے۔ اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کردیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔ اسکا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ بہرحال وہاں جو فوج تھی اسکو جرمنوں سے دبنا پڑا۔ اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہوگئے۔ جس میں میں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں۔ دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔ یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیے۔ اس وقت میں رؤیا میں صرف یہی نہیں۔ کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں۔ اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کیساتھ دوڑ رہا ہوں۔ اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جارہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں میں طے کرتا جارہا ہوں۔ اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کیلئے دوڑتے آرہے ہیں مگر شائد ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے یہانتک کہ میں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامن کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے۔ رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس اس طرح دوڑے گا۔ اور پھر فلاں جگہ جائیگا۔ چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کرونگا۔ اور اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے۔ اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔

چنانچہ جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پک ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان پک ڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں۔ کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستہ پر جانا چاہیے۔ اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کس راستہ سے جانا ہے۔ اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں۔ جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اس سڑک کی طرف جارہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں۔ دوسری سڑک پر جائیں۔ اور میں اسکے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ انتہائی دائیں طرف

ہے۔اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا۔وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔اسلئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پگ ڈنڈی پر چلا دیا۔میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف نہیں،اس طرف۔مگر میں اپنے آپکو بالکل بے بس پاتا ہوں۔اور درمیانی پگ ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے۔جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔اور میں کہتا ہوں۔میں اسی راستہ پر آ گیا جو خدا تعالی نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔اس وقت رؤیا میں میں اسکی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پگ ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اسکا کیا مطلب ہے۔چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے۔اس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔اور اللہ تعالی نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہونگی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہونگی۔اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امت محمدیہ کو امةً وسطاً قرار دیا ہے۔اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ امت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی۔اور چھوٹی پگ ڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ گو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض میں اس راستہ پر چلنا شروع ہوا۔اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔اتنی دور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اسکے آنیکا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں۔اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے۔اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس رستہ کے بعد پانی آئیگا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔اس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں۔مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔اور میں سمجھتا ہوں۔کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بیے وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں۔وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے بیے کے گھونسلے سے سفیدی،زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔اور انکے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو انکو چلا رہے ہیں۔خواب میں میں سمجھتا ہوں۔یہ بت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں،انکے بت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جارہے ہیں۔جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کیلئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پر سوار ہو گیا۔تب میں نے سنا کہ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اردو نہیں بلکہ عربی ہے۔چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔رؤیا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو انکی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔چنانچہ میں اسی طرح انکے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے انکو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کیے جائیں گے۔اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ابھی میں یہ تقریر کر ہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتی نما بت والا جس پر میں سوار ہوں یا اسکے ساتھ کے بت والا بت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔اور موحد ہو گیا ہے۔اسکے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے۔تو میں انکو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔پانی میں غرق کر دیا جائے۔اس پر جو لوگ موحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں اپنے بتوں کو جھیل میں غرق کر دیتے ہیں۔اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے۔یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔صرف پجاری پکڑ کر انکو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔اسکے بعد میں کھڑا ہو گیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے۔

مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی۔ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔اسلئے میں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔یہ تبلیغ میں انکو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔جب میں انہیں تبلیغ کر رہا ہوں تاکہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یک دم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالی کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر

باتیں جاری کی جارہی ہیں جیسے خطبہ الہامیہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔۔ غالباً کا لفظ میں نے اسلئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔ بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔ میں اسکو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے۔ میں اب آگے جاؤں گا۔ اسلئے اے عبدالشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔ میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کیلئے مقرر کیا ہے۔ ان کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اسکے بعد وہی اِلہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں۔ اور اسکے سکھانے کا اسے حکم دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپکی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود اِلہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔" اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور آپؑ فرماتے ہیں۔'' اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ'' اسکے بعد میں انکو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔" وَ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَ خَلِیْفَتُهٗ''اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُهٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَ خَلِیْفَتُهٗ اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعودؑ ہی ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا۔ وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جسکے ظہور کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں'' میں وہ ہوں جس کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں اِس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں'' تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا نو ہیں۔ جنکے لباس صاف ستھرے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی ہیں اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کیلئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں'' ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنیس سو سال سے آپکا انتظار کر رہی تھیں'' اِسکے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُسکی دونوں چھاتیوں سے دودھ کیساتھ پلائے گئے تھے۔ رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا۔ تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اس جھیل کو پار کرکے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جسکو وہ تبلیغ کریگا اور وہ اسکی تبلیغ سے متأثر ہو کر مسلمان ہو جائیگی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا۔ اس قوم سے مطالبہ کریگی کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دیگی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم انکو ہمارے حوالے کر دو۔ اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اسکے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔ بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز انکو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے تب میں کہتا ہوں۔ دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔ اسکے بعد میں پھر انکو ہدایتیں دیکر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دیکر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرکے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے میں نے اس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک کو چھوڑ چکی ہے۔ موحد ہو چکی ہے۔ اور اسلام کے تمام احکام پر کاربند ہو چکی ہے۔'' (الموعود بحوالہ انوار العلوم جلد ۱۷ صفحات ۵۵۲ تا ۵۵۹)

نوٹ:۔ اگر کسی کے پاس انوار العلوم کی یہ جلد نمبر ۱۷ نہ ہو تو وہ ویب سائٹ (http://www.alislam.org/) پر یہ خواب خلیفہ ثانی کی کتب انوار العلوم کی جلد نمبر ۱۷ میں سے رسالہ'' الموعود'' کے متعلقہ صفحات پر پڑھ سکتا ہے۔

خلیفہ ثانی کے خواب کی حقیقت

یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں پر ظاہر فرماتا ہے لیکن اِسکے باوجود یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ہر خواب رحمانی نہیں ہوا کرتی۔خوابوں کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے۔

''تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ایک نفسانی، ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔نفسانی جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔شیطانی وہ جس میں ڈر و دہشت ہو۔رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اِس کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔''(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)

خاکسار ذیل میں خلیفہ ثانی کے چند بیانات درج کرتا ہے۔خلیفہ ثانی صاحب کے یہ بیانات ہی اُس کے خواب کی حقیقت کو جاننے کیلئے کافی روشن ثبوت ہیں۔

خلیفہ ثانی صاحب جون ۔ ۱۹۳۷ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

(۱)''میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا۔جہاں تک میں نے اِن پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصدی باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔جیسا میں خیال کرتا ہوں کہ جو شخص بھی اِن پیشگوئیوں کا مصداق ہے اُس کے لیے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔لہٰذا میں ایسا دعویٰ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے اِن پیشگوئیوں کی غرض و غایت کافی حد تک میرے ذریعہ پوری کر دی ہے۔تاہم مجھے حیرانی نہیں ہوگی اگر خدا تعالیٰ میرے کسی بھائی کو میرے جیسی یا مجھ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق دیدے۔''(احمدیت۔اِسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں صفحہ ۲۸۹)۔

خلیفہ ثانی صاحب ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

(۲)''میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اس لیے وہ اِن پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو۔میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔''(الفضل مورخہ ۲۔اگست ۱۹۳۹ء)۔

(۳)''اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔۔تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اُسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔''(الفضل مورخہ ۲۔اگست ۱۹۳۹ء)

۱۹۴۰ء میں آپ فرماتے ہیں۔

(۴)''لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعویٰ مصلح موعود کروں لیکن میں اِس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔کہا جاتا ہے کہ میرے پیرو کار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔میں ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعویٰ مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اُس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں کسی شخص کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی منظوری سے جو سابقہ مجددین کی فہرست شائع ہوئی ہے اِن میں سے کتنوں نے دعویٰ کیا؟ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرماتے سنا ہے کہ اورنگ زیب بھی اپنے وقت کا مجدد تھا۔کیا اُس نے کوئی دعویٰ کیا؟ عمر بن عبدالعزیز کو بھی مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔کیا اُس نے کوئی دعویٰ کیا؟ لہٰذا ایک غیر مامور کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصداق ہے یا نہیں۔اِسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعویٰ کرے۔ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اِنکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اُسکے وجود میں پوری ہوگئی۔۔۔۔۔۔لہٰذا میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ کوئی دعویٰ کروں کہ میں مصلح موعود ہوں۔''(احمدیت۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں، صفحہ ۲۸۹)

(۵)''پس میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔اگر میں ہوں تو الحمد للہ۔دعویٰ سے فائدہ نہیں۔اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔''(تاریخ احمدیت جلد نہم (۹) صفحہ ۴۸۷)

۸۔جنوری ۱۹۴۴ء کو خواب دیکھنے کے بعد کیا فرماتے ہیں۔؟

(۶)''لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپ کی اِن پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے اِن پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی

اِس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکہ نہ دے اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کرلوں جو واقعہ کے خلاف ہو‘‘ (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

(۷) ’’آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اِس نیت سے دیکھیں کہ میں اِن پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔‘‘ (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

خلیفہ ثانی کے متذکرہ بالا بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود نے اُنہیں اپنی طرف متوجہ کررکھا تھا اور وہ اسکے متعلق ہمیشہ غور وفکر کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ ثانی کے اپنے اِن بیانات میں **اولاً**۔ کافی تضاد ہے۔ **ثانیاً**۔ جس نفس سے وہ بچنے کی بات کررہے تھے وہ نفس تو آپ پر مکمل طور پر غلبہ حاصل کرچکا تھا اور آپ میں یہ شدید خواہش پیدا کرچکا تھا کہ لوگ کسی طرح میرے دعویٰ کیے بغیر یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں کردیں۔ اور اِس غرض کو پورا کرنے کیلئے آپ نے مختلف اوقات میں بیانات کے ذریعہ ہر قسم کا مواد لوگوں کے آگے رکھ دیا تا کہ اُنہیں اِس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ **ثالثاً**۔ وہ جانتے تھے کہ اگر کوئی اور پیشگوئی کا مصداق ہوا تو میرا دعویٰ مصلح موعود کرنا بڑی بھاری غلطی ہوگی لیکن یہ بھاری غلطی بالآخر اُنہوں نے ۲۸۔ جنوری ۱۹۴۴ء کو جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کرکے کرڈالی۔ **رابعاً**۔ دعویٰ مصلح موعود سے پہلے جس اِنسان کے پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق اِیسے وچار ہوں اور مزید اُس پر مصلح موعود بننے کا بھوت بھی سوار ہو تو پھر ایسے اِنسان کا مندرجہ بالا خواب (بلی کو بچھڑوں کے خواب) کی طرح کوئی خواب دیکھ لینا نہ صرف ممکن ہے بلکہ وہ ایسی خواب ضرور دیکھے گا

مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اِشارہ

QN-3. I'm interested to know about his life before his claim.?

مجھے دِلچسپی ہے کہ میں اُسکے دعویٰ سے پہلے کی زندگی کے متعلق کچھ جانوں۔؟

الجواب

دعویٰ سے پہلے کی زندگی کا اجمالی خاکہ

خاکسار کا نام عبدالغفار اور فیملی نام جنبہ ہے۔ جنبہ جاٹوں کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ خاکسار پیدائش در پیدائش احمدی ہے۔ خاکسار ڈاور (ربوہ سے قریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی طرف ایک گاؤں ہے) کے نزدیک اپنی زمین (farm) پر اپنے ڈیرے ’’وکیل والا‘‘ میں ایک کچے مکان میں مارچ ۱۹۵۴ء کی کسی نامعلوم تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔ مزید برآں میں کسی بڑے زمیندار (Landlord) کا بیٹا نہیں بلکہ ایک کسان کا بیٹا ہوں جس کی کم وبیش ایک مربع زمین تھی۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری والدہ اَن پڑھ تھیں۔ میری دونوں بڑی بہنیں بھی سکول نہیں گئیں۔ میری والدہ اور میری بہنیں صرف قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکیں۔ یہ یاد رہے کہ میری پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کا نشان بنا چکا تھا اور میری پیدائش حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے موعود ذکی غلام (پاک اور نیک روحانی فرزند) کے طور پر ہوئی تھی۔

اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا

یہ عاجز چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا جب میرے محترم والد چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں دے کر اِس دارالفنا سے کوچ کرگئے اِنا للہ وانا اِلیہ راجعون۔ محترم والد صاحب نے اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں کیسے دیا۔؟ یہ واقعہ میری والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ نے مجھے دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کئی دفعہ بتایا تھا۔ یہ ضمنی واقعہ کچھ اِس طرح ہے۔ میرے والد صاحب کی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔ جب میرے والد صاحب بسترِ مرگ پر تھے تو میری دونوں پھوپھیاں اپنے اکلوتے بھائی کو ملنے کیلئے ہمارے گھر آئیں۔ میرے والد صاحب کی وفات کے چند دن پہلے ایک دن میری دونوں پھوپھیاں اپنے بھائی کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ میری ایک پھوپھی نے اپنے بیمار بھائی سے کہا کہ آپکے دوسرے بچے تو کچھ بڑے ہیں لیکن عبدالغفار تو صرف چھ ماہ کا ہے۔ آپ اسے کس کے حوالے کرکے جارہے ہیں۔؟ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے میرے والد صاحب نے جواباً خاموشی کیساتھ اپنی شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر اشارتاً اُنہیں بتایا کہ میں نے اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے۔

والد صاحب کی تنہائی میں عبادت

میرے دادا جان کے دونوں چھوٹے بھائیوں کے ہاں اولاد نہ ہوئی اور اِس طرح میرے والد صاحب تین بھائیوں کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔ اِس لحاظ سے آپ اپنی برادری میں سب سے بڑھ کر صاحب حیثیت تھے۔ اِسکے باوجود آپ مسکین طبع اور درویش مزاج تھے۔ آپ نے زندگی بھر دنیوی اُمور میں نہ زیادہ دِلچسپی لی اور نہ ہی اِن میں ملوث ہوئے۔ آپ قانع تھے اور قناعت کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہوا تھا۔ آپ احمدیت کے شیدائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملہ میں بہت حساس اور محتاط تھے۔ ہماری زمین کے اردگرد خودرو جھاڑیوں کا ایک ریتلا صحرا تھا۔ خاکسار یہاں اپنے والد صاحب کی نیکی اور زہد وتقویٰ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔ میری مرحوم والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ

مجھے کئی دفعہ بتایا تھا۔میرے والدصاحب نے اپنی آدھی سے زیادہ زمین مزارعین کو دے رکھی تھی۔ جب یہ مزارعین رات کو آبپاشی کیا کرتے تو آدھی رات کے بعدوہ کھیتوں کے نزدیک جھاڑیوں میں سے میرے والدصاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے۔یہ مزارعین صبح ہونے پر اپنی بیویوں کو بتاتے کہ ہم رات کوجھاڑیوں میں سے چوہدری شیر محمد کی رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔مزارعین کی بیویاں میری والدہ صاحبہ سے پوچھتیں کہ کیا تمہارے گھر میں میاں بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔؟ ہمارے خاوندہمیں بتاتے ہیں کہ وہ اکثر رات کوجھاڑیوں میں سے چوہدری صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے ہیں۔میری والدہ نے اُنہیں سمجھایا کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اورالحمدللہ ہم بہت خوش ہیں۔میرا خاوندخداپرست انسان ہے اورآدھی رات کے بعدوہ باہر جا کرتنہائی میں اپنے ربّ کےحضور اِلتجائیں اوردعائیں کرتے ہیں۔

دنیوی تعلیم کا آغاز

والدصاحب کی وفات کے وقت میرے دونوں بڑے بھائی چھٹی اورساتویں کلاس میں پڑھتے تھے۔والدصاحب کی وفات کے بعد ہمارے گھر کے مالی حالات بہت کمزور ہو گئے اور اِس طرح گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے میرے بھائیوں کومجبوراًاپنی پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ہم کسی گاؤں یا شہر کی بجائے اپنی زرعی زمین پر ہی رہتے تھے۔اِس بحرانی صورتحال میں کسی نے مجھےقرآن مجید بھی نہ پڑھایا۔اِس لحاظ سے اگر میں اپنے متعلق یہ کہوں کہ میں دینی نقطہ نظر سے اُمی ہوں تو یہ غلط نہ ہوگا۔اورایسا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت میری والدہ اوراُسکے یتیم بچے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھےاوراُن کے پاس پڑھنے پڑھانے کیلئے نہ وقت تھااور نہ ہی اِس کا ہوش۔جب میں چھ یا سات سال کا ہواتو مجھے میری والدہ نے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈاور میں داخل کروادیا۔آغاز میں میں سکول سے ڈرتا تھالیکن میری والدہ اور میرے بھائیوں نے پیار اورمحبت سے مجھے پڑھنے کی نصیحت کی۔ مجھے بھائیوں نے سمجھایا کہ والدصاحب کی ناگہانی موت کی وجہ سے ہمیں پڑھائی چھوڑنی پڑی۔اب ہم اَن پڑھ ہیں۔غفارتم ضرورسکول جاؤاور پڑھو۔ہم زمین پر کام کریں گےاور تجھ سے کھیتی باڑی کا کام نہیں کروائیں گے۔تم پڑھنے کیلئے آزادہو۔اُنہوں نے پھرساری زندگی مجھ سےکھیتی باڑی کا کام نہیں کروایا۔میں نے کھیتی باڑی کے سارے کام کیے ہیں لیکن اپنے شوق سے۔اِس طرح میری دنیوی تعلیم کا آغاز ہوا۔پڑھائی کے دوران میں نے بھی اپنے گھر والوں کوکبھی مایوس نہ کیااور ہمیشہ اچھے نمبروں میں پاس ہوتا رہا۔ڈاور ہماری زمین سے دوکلومیٹرتھااور میں سکول پیدل جاتا تھا۔پرائمری کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول احمد نگر میں داخل ہوگیا۔احمد نگرایک قصبہ تھااور یہ ہمارے ڈیرے سےقریباً چارکلومیٹر دورتھا اور میں پیدل ہی سکول جاتا تھا۔نصیراحمد قمر جوخلیفہ رابع کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے ہیں اورآجکل غالباًوہ ہفتہ وارالفضل لندن کےایڈیٹر ہیں۔وہ احمد نگر سکول میں میرے کلاس فیلو تھے۔جنوری یافروری۱۹۶۹ء میں خاکسار نے مڈل سکول کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیااورسکول میں میری دوسری پوزیشن تھی۔گورنمنٹ مڈل سکول احمد نگر میں ایک طویل برآمدہ تھا۔اِس برآمدے کے کئی گول دروازے تھے۔ہر دروازے پر گولائی میں نیلے رنگ کیساتھ خوبصورت لکھائی میں کچھ خوبصورت اشعار لکھے ہوئے تھے۔اِن اشعار میں سے ایک شعرمیرے دماغ پرایسانقش ہواجوآج تک نہیں بھولا۔یہ شعردرج ذیل ہے ؎

پھلا پھولا رہے یاربّ چمن میری اُمیدوں کا ۔ جگر کا خون دیدے کر یہ بُوٹے میں نے پالے ہیں

مارچ۱۹۶۹ء میں خاکسارنویں کلاس میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں داخل ہوگیا۔ہائی سکول میں میرے سائنس کے مضامین تھے۔میٹرک بھی میں نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیااورسکول میں میری تیسری پوزیشن تھی۔منیراحمد جاوید جوخلیفہ رابع کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے ہیں اورآجکل بھی شاید موجودخلیفہ صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں وہ دسویں کلاس میں میرے کلاس فیلو تھے۔میٹرک کے بعد میں نے تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لیالیکن اپنی تعلیم باقاعدگی کیساتھ جاری نہ رکھ سکا۔کچھ وقت کیلئے میں نے اپنے بھائیوں کو یہ بتانے کیلئے کہ کھیتی باڑی کس طرح کرنی چاہیے زمین پر بھی کام کیا۔؟اِس دوران میں نے انفرادی(privately)طور پرایف اےاور بی اے کےامتحانات اچھے نمبروں میں پاس کرلیے۔آغاز سے ہی میرے بھائیوں نے میرے دِل میں علم کا شوق اور جذبہ پیدا کردیا۔اپنے تعلیمی سفر(career)کے دوران میں ہمیشہ کلاس کا خاموش ترین طالبعلم رہاہوں۔میرے تمام ہم جماعت(classfellows)اِس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔میری یہ خاموشی خودساختہ نہیں تھی۔اچھی یابُری بہرحال یہ میری فطرت کا حصّہ تھی۔دورانِ تعلیم میں ایک اچھاطالبعلم رہاہوں۔اگر میں یہ کہوں کہ میں ایک ذہین طالبعلم تھاتب بھی یہ غلط نہیں ہے۔لیکن میں غیرمعمولی یاسخت ذہین وفہیم ہرگز نہیں تھا۔مجھے اب یقین ہوگیاہے کہ اِنسان پیدائشی طور پرسخت ذہین وفہیم نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہے جواُنہیں سخت ذہین وفہیم بناتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کسی کوسخت ذہین بناتا ہے۔؟ثبوت کے لیے میں یہاں اِسحاق نیوٹن کی مثال پیش کرتا ہوں۔یہ یادرہے کہ اسحاق نیوٹن(Sir Isaac Newton1643-1727)دورانِ تعلیم ایک عام سا(normal)طالبعلم تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے سخت ذہین وفہیم کیسے بنایا۔؟نیوٹن کاایک ہم عصر مصنف(William Stukeley)اپنی کتاب(Memoirs of Sir Isaac Newton's Life)میں نیوٹن سےاپنی گفتگو کاایک واقعہ لکھتاہےجس میں نیوٹن نے اُسے کہا تھا:۔

"When formerly, the notion of gravitation came into his mind. It was occasioned by the fall of an apple,

as he sat in contemplative mood.Why should that apple always descend perpendicularly to the ground ,thought he to himself.Why should it not go sideways or upward ,but constantly to the Earth's center."

''پہلے پہلے کشش ثقل کا خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میرے غور وفکر کے دوران ایک سیب کا گرنا اِس کا باعث بنا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ سیب ہمیشہ زمین کی طرف عمودی حالت میں کیوں گرتا ہے۔؟ یہ پہلوؤں کی جانب یا اوپر کی طرف جانے کی بجائے ہمیشہ زمین کے مرکز کی طرف کیوں گرتا ہے۔؟''

اسی طرح مائیکل وائٹ (Michael White) نے اِس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"Newton himself often told that story that he was inspired to formulate his theory of gravitation by watching the fall of an apple from a tree."(White,Michael(1997).Isaac Newton:The Last Sorcerer.p.86)

''نیوٹن نے اکثر خود یہ بیان کیا کہ درخت سے سیب گرنے کے مشاہدے کے وقت اِلہام کے نتیجہ میں میں نے کشش ثقل کا نظریہ وضع کیا تھا۔''

ہم جانتے ہیں کہ زمین پر سیب کا گرنا ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ نیوٹن سے پہلے بھی بہت سارے لوگوں نے سیبوں یا اینٹوں حتیٰ کہ پتھروں کو زمین پر گرتے دیکھا ہوگا لیکن اِن میں سے کسی کی اِس معمولی واقعہ پر توجہ مرکوز نہ ہوئی۔ جب نیوٹن نے سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اِسی لمحہ اُسے اِلہام ہوا کہ یہ سیب زمین پر کیوں گرا ہے۔؟ یہ سیب اوپر کیوں نہیں گیا۔؟ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ اِلہام اور یہ سوال دونوں نیوٹن کیلئے بڑے مبارک ثابت ہوئے۔ اگر یہ اِلہام نیوٹن کو نہ ہوتا اور اگر یہ سوال اُسکے ذہن میں پیدا نہ ہوتا تو قانون کشش ثقل کیسے دریافت ہوتا۔؟ سیب کے گرنے کے متعلق سوال اور اِلہام نے نیوٹن کو غیر معمولی یا سخت ذہین وفہیم بنادیا۔ ثانیاً۔ ساڑھے تین سو سال پہلے جب نیوٹن نے اپنے اِردگرد کے لوگوں سے یہ کہا ہوگا کہ ''زمین چیزوں کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے''۔ تو یقیناً شروع شروع میں بعض لوگ اُس پر ہنسے ہونگے۔ ہوسکتا ہے بعض نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اَرے نیوٹن! کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔؟ جب کوئی چیز زمین پر گرتی ہے تو اِس عمل میں زمین کی کشش کہاں سے آگئی۔؟ چیزیں ہمیشہ اوپر سے نیچے کی طرف گرا کرتی ہیں۔ یہ اوپر کی طرف تو نہیں اُڑسکتیں۔؟ یہ ایک عام فہم سا واقعہ ہے۔ اِس میں نیا پن کیا ہے۔؟

ایک عجیب وغریب واقعہ

۱۹۷۸ کی بات ہے تب میں بی اے کا طالبعلم تھا اور میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے صمیمِ قلب سے پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ یہ میری دلی خواہش تھی کہ جب میں پی ایچ ڈی کیلئے مقالہ لکھوں تو اِس میں اِسلام کو سرمایہ داری (capitalism) اور اشتراکیت (communism) کے مقابلہ میں ایک بہترین اور قابل عمل نظام ثابت کروں۔ اِس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ اِس قسم کے خیالات کہاں سے اور کیوں میرے دل ودماغ میں آتے ہیں۔ اِن دنوں میں نے آگے پیچھے کافی مبارک خوابیں دیکھی تھیں۔ یہاں میں صرف ایک خواب کا ذکر کرتا ہوں۔ خواب سے پہلے ایک عجیب وغریب واقعہ لکھتا ہوں جس کا خواب سے گہرا تعلق ہے۔ ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے آغاز کی بات ہے کہ ایک دن میں ڈاور سے ربوہ اپنے گھر جو دارالصدر غربی میں واقع ہے شام کے وقت آیا۔ نمازِ عشاء سے پہلے میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں کچھ منظوم فقرات پیدا ہورہے ہیں۔ اگر چہ میں نے زندگی میں کبھی شعر نہیں کہے اور نہ ہی طبیعت اِس طرف مائل ہے لیکن پھر بھی یہ فقرات کچھ منظوم تھے۔ ہوسکتا ہے یہ منظوم فقرات شاعری کے معیار پر پورے نہ اُترتے ہوں لیکن بلاشبہ اِن میں شاعرانہ ہیجان اور چاشنی ضرور پائی جاتی ہے۔ چند منٹوں کے بعد میں نے یہ منظوم فقرات لکھ لیے۔ اگلے دن میں نے محسوس کیا کہ یہ تو بڑی عظیم الشان دعا ہے اور اِسے نماز میں پڑھنا چاہیے۔ میں نے یہ منظوم فقرات اپنی ماں کو بھی پڑھ کر سنائے اور دیگر چند دوستوں کو بھی سنائے اور اُنہیں نصیحت کی کہ یہ دعا آپ بھی نماز میں پڑھا کریں۔ میں خود بھی اِس دعا کو حسب توفیق نماز میں پڑھتا رہا۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب یہ فقرات میرے دل میں پیدا ہوئے تھے تو اِس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ یہ فقرات اِلہامی ہیں۔ یہ منظوم فقرات درج ذیل ہیں:۔

ایک عظیم الشان دُعا

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہاہوں، آنسو بہا رہاہوں
در در کی ٹھوکریں،اے مالک میں کھا رہاہوں
تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے
اسلام کی محبت،دل میں میرے بٹھا دے
ہر آن رکھوں دیں کو،دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا ،ہو فکر مجھ کو ہردم
اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمع ہدایت ، ہر گھر میں، میں جلاؤں
اسلام پر جیُوں میں،اسلام پر، مروں میں
ہر قطرہ اپنے خوں کا ،اس کی نظر کروں میں
برائی سے بچوں ،اور زباں پہ ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

ایک عظیم الشان خواب

چند ماہ کے بعد میں ایک خواب دیکھتا ہوں۔ربوہ اور لالیاں کے درمیان ایک ندی تھی جو اب خشک ہو چکی ہے۔دریائے چناب میں جب کبھی اونچے درجے کا سیلاب آتا ہے تو سیلابی پانی سے یہ ندی بھی بھر جاتی ہے۔''خواب میں دیکھتا ہوں کہ اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ندی کے شمال مغربی کنارے پر میں خواب میں اچانک اپنے آپ کو حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا پاتا ہوں۔حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔''غفار نماز پڑھا کر و اور میرے ساتھ دُعا کرو''۔میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دعا کیلئے اُٹھا لیے اور اِس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہی منظوم اِلہامی دُعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ

۱۹۸۱ء کے شروع میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنی غربت کے باعث ایسا نہیں کر سکتا تھا۔اس وقت میرے پاس موروثی سات(۷)ایکڑ زرعی زمین کے تھے۔میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے یہ زمین رہن رکھ کر کچھ رقم حاصل کر لی۔پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر کرنے کیلئے میں شعبہ سیاسیات میں داخل ہو گیا۔پندرھویں(fifth year)کلاس میں کل پانچ پیپروں میں سے دو(۲)پیپر سیاسی فلسفہ(political thought)کے تھے۔(۱)مسلم سیاسی فلسفہ(۲)مغربی سیاسی فلسفہ۔مغربی سیاسی فلسفہ کے تحت ہم نے بہت سارے مغربی سیاسی مفکرین بشمول سقراط(Socrates)،افلاطون(Plato)اور(Aristotle)ارسطو کا مطالعہ کیا۔سقراط کا مطالعہ کرتے وقت ہم نے اُس کے مشہور و معروف تصور''نیکی علم ہے''(Virtue is Knowledge)کو بھی پڑھا۔اِس سقراطی تصور کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھتے ہوئے اِسکی یہ تشریح کی گئی تھی کہ اگر کسی اِنسان کے پاس نیکی یعنی نیک کام کا علم ہو تو پھر وہ نیک کام کر سکتا ہے۔میرے دل و دماغ نے سقراطی تصور کی اس تشریح کو قبول نہ کیا۔میرے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ ضرور اِس سقراطی تصور کا مطلب کچھ اور ہے اور اِس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔(اس وقت مجھے قطعاً احساس نہ ہوا کہ یہ سوال میرے دل میں اِلہام کیا گیا ہے۔ناقل)اِس وقت بہر حال امتحان کا دباؤ تھا۔میں نے امتحانی نقطہ نظر سے مروجہ تشریح کو ذہن میں رکھا اور دل میں ٹھان لی کہ جب کبھی کچھ وقت میسر آیا تو اِس سقراطی تصور''نیکی علم ہے''پر ضرور غور و فکر کر کے اِسکی ماہیت جاننے کی کوشش کرونگا۔ستمبر ۱۹۸۳ء میں خاکسار ایم اے کے امتحانات سے فارغ ہو چکا تھا۔مجھے یقین تھا کہ میں بہت اچھے نمبروں میں کامیاب ہونگا۔میں نے مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے چند غیر ملکی یونیورسٹیوں کو لکھا اور جواباً اُنہوں نے مجھے اپنے کیفیت نامے(prospectus)بھیجے۔ہر یونیورسٹی کا پیشگی دس ہزار ڈالر(10000$)کا مطالبہ تھا جس میں سالانہ فیس کے علاوہ دیگر اخراجات شامل تھے۔اس وقت میرے پاس فروخت کرنے کیلئے سوائے اپنے والد صاحب کے ربوہ کے مکان کے اور کچھ نہیں تھا۔لیکن میرا یہ مکان بھی میرے بھائیوں کے قبضہ میں تھا۔میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔اِس وقت میں تو اپنی دنیوی تعلیم کی تکمیل کیلئے فکر مند تھا لیکن تقدیر میرے لیے کوئی اور فیصلہ کر چکی تھی۔۔۔۔من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال

مدد کیلئے درخواست

میں نے خلیفہ ثالث کے بہت سارے خطبات سنے ہوئے تھے۔آپ نے اپنے خطبات میں بہت دفعہ کہا تھا کہ کوئی بھی ذہین احمدی بچہ مالی مشکلات کی وجہ سے ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔اِس مشکل وقت میں مجھے مرزا طاہر احمد کا وہ وعدہ یاد آ گیا جو آپ نے کسی زمانے میں میرے ساتھ کیا تھا۔(اِس وعدہ کی تفصیل میری کتاب غلام مسیح الزماں کے مقدمے میں موجود ہے۔ناقل)اس وقت مرزا طاہر احمد صرف مرزا طاہر احمد نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع بھی تھے۔اکتوبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار نے ایک خط لکھ کر اُنہیں اِن کا وعدہ یاد دلایا۔میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے اُنہیں وظیفہ کیلئے درخواست کی تھی۔میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر مجھے وظیفہ دینا جماعت کیلئے ممکن نہ ہو تو مجھے قرض حسنہ دیدیا جائے۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرے لیے جتنی جلدی ممکن ہوا میں یہ قرض حسنہ واپس کردونگا۔خلیفہ رابع صاحب نے میرے خط کا جو جواب دیا وہ میرے لیے کافی عجیب اور مایوس کن تھا۔اُنہوں نے میری درخواست کو نہ ہی منظور کیا اور نہ ہی رد کیا۔بڑا سیاسی قسم کا جواب تھا۔اُس نے مجھے لکھا کہ اگر ناظر تعلیم (Minister of education) آپ کو وظیفہ دے دے تو میں اِس میں مداخلت نہیں کروں گا۔اِس طرح خلیفہ رابع صاحب نے اپنا وعدہ پورا کرنے کی بجائے ٹال مٹول کر کے مجھے ناظر تعلیم کے پاس بھیج دیا۔بعد ازاں جب میں ناظر تعلیم سے ملا اور خلیفہ رابع صاحب کا خط اُسکے آگے رکھا تو اُس نے فوراً کسی مدد سے انکار کردیا۔بہرحال خلیفہ رابع صاحب کے جواب نے مجھے اِنتہائی مایوس اور افسردہ کردیا۔مجھ پر غموں اور مایوسیوں کا پہاڑ آ گرا۔میرا دل ٹوٹ گیا اور وہ وعدہ جسے میں عرصہ سے بت بنا کر پوجتا پھر رہا تھا چور چور ہو گیا ؎

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیوں آفتِ ظلمت جور ٹل جائے گی ۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ بدل جائے گا رُت بدل جائے گی

بعض اوقات زندگی کے حوادث کس طرح انسانی زندگی کا رُخ موڑ دیتے ہیں اور بظاہر دل شکنی، مایوسی، ناکامی اور اِبتلاء اپنے اندر کس قدر بہتری اور رحمت (Blessing) کا پیغام لاتی ہے اِنسان اِس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اِنسان جب کسی اِبتلاء سے گزرتا ہے تو اِسے دکھ ہوتا ہے، کبھی کبھی مایوسی اس کے رگ وپے میں پھیل جاتی ہے اور بعض اوقات وہ اپنے آپ کو کوسنے لگتا ہے لیکن وقت گزرنے کے بعد اِس پر راز کھلتا ہے کہ اِس مایوسی، مشکل، ناکامی اور اِبتلاء میں اُس کیلئے بہتری اور کامیابی پوشیدہ تھی۔اگر خلیفہ رابع صاحب اپنے وعدہ کے مطابق مجھے وظیفہ یا قرض حسنہ دے دیتے اور میرا دِل نہ ٹوٹتا تو زیادہ سے زیادہ کسی غیر ملکی یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے میں کسی کالج یا یونیورسٹی میں پروفیسر ہو جاتا۔اب میں سوچتا ہوں کہ قدرت نے میری مدد کی درخواست کے اِسترداد کو میرے لیے رحمت بنا دیا۔جس ناکامی نے مجھے بظاہر غمزدہ کیا اِسی میں میری کامیابی پوشیدہ تھی۔لہٰذا ہمیں وقتی طور پر مسائل، مصائب اور ناکامیوں سے دل برداشتہ ہوکر اپنی قسمت کو نہیں کوسنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے اِنہی ناکامیوں میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہو۔

ایک مبارک سجدہ

نومبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار اِسی غمزدہ حالت میں ربوہ سے واپس لاہور چلا آیا۔جب اہل دنیا مجھے چھوڑ گئے اور خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں کے وعدے بدل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے میری غمگساری فرماتے ہوئے مجھے اپنی مدد کا پختہ یقین دلایا۔اُس نے مجھے تسلی دی اور اپنی رحمت کی چادر میں مجھے لپیٹ لیا۔(امرِ واقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پیدائشی طور پر ہی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹا ہوا تھا لیکن مجھے اِسکی خبر نہیں تھی۔ناقل)۔اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس کائنات کا ایک زندہ اور قادر خدا ہے جو ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اُس کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔اس بے بسی اور بے قراری کی حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا کھلا کھلا اظہار مجھ پر فرمایا اور اُس کا کھلا کھلا پیار میرے شامل حال ہوگیا۔مثل مشہور ہے کہ ''رحمت حق بہانہ می جوید'' مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔میرے لیے یہ بہانہ کیسے بنا؟ یہ واقعہ کچھ اِس طرح ہے۔اِن دنوں لاہور میں احمدی طلباء کی ایک ٹیلنٹ کلب (Talent club of ahmadiyya students) تھی۔خاکسار بھی اِس کلب کا ممبر تھا۔کلب کے ماہانہ اجلاس میں کسی ممبر نے اپنے مضمون (subject) میں سے کوئی موضوع (topic) لے کر اُس پر قرآن مجید کی روشنی میں لیکچر دینا ہوتا تھا۔جب میں ربوہ سے لاہور واپس گیا تو کلب کے منتظم نے مجھے ماہ دسمبر کے اجلاس میں لیکچر دینے کیلئے کہا۔میں نے حامی بھر لی۔میں نے اِن دنوں ''سقراطی تصور'' نیکی علم ہے'' پر غور وفکر شروع کر رکھا تھا۔میرا خیال تھا کہ میں اِسی نظریہ کے متعلق ماہانہ اجلاس میں لیکچر دے دونگا۔بظاہر یہ سقراطی نظریہ (virtue is knowlrdge) بہت سادہ اور آسان لگتا ہے لیکن جب میں نے اِسکے متعلق غور وفکر کیا تو یہ ایک اِنتہائی مشکل معمہ ثابت ہوا۔سقراط کا یہ ''تصور'' اخلاقی نظریہ (ethical theory) ہونے کی بجائے ایک علمی نظریہ (theory knowledge) تھا کیونکہ اِس میں علم کو نیکی کے ساتھ تشبیہ دے کر اِسکی ماہیت کو سمجھنے کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔اب سوال یہ تھا کہ جب تک ہمیں ''نیکی کی ماہیت'' کا پتہ نہیں چلتا اُس وقت تک ہم علم کو نہیں جان سکتے کیونکہ اِس نظریہ کے مطابق نیکی اور علم ایک ہی ہیں۔اب میری مشکل یہ تھی کہ ''نیکی کیا ہے۔؟''۔میں نے دو یا تین ہفتے تک بڑی محنت کی اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کا اِنتہائی حد تک استعمال کیا لیکن نتیجہ صفر تھا۔اس وقت مجھے شرمندگی محسوس ہوئی کہ اگرچہ میں نے ایم اے کیا ہے اور میں ایک بہترین طالبعلم ہوں لیکن مجھے یہ تک پتہ نہیں کہ علم کیا ہے۔؟ وسط دسمبر کے

قریب جمعہ کا ایک مبارک دن آ گیا۔نماز جمعہ پڑھنے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر میں نے پھر نیکی کی ماہیت کے متعلق غور وفکر شروع کر دیا۔اِس وقت میں جسمانی اور ذہنی طور پر کافی تھک چکا تھا۔میں خیال کرنے لگا کہ نیکی کی ماہیت کو جاننا میرے لیے ممکن نہیں۔اس وقت میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ کیوں نہ اِس سوال کا جواب علیم وخبیر ہستی سے پوچھا جائے۔میرے دل میں دعا کیلئے کافی جوش پیدا ہو گیا۔میں چارپائی پر بیٹھے بیٹھے قبلہ رُخ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔حصول علم کیلئے اللہ تعالیٰ نے چند دعائیں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کو اِلہام کی ہوئی تھیں۔میں نے یہ اِلہامی دعائیں زبانی یاد کی ہوئی تھیں اور میں اِن کو حسب توفیق نماز میں بھی پڑھا کرتا تھا۔میں نے سجدہ میں اِن اِلہامی دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔یہ اِلہامی دعائیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔(سورۃ طٰہٰ ۔۱۱۵/تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے رب! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ۔(تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے رب! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَکَ الْکُلِّیَّۃَ۔(تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَشْیَاءِ۔(تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے اَزلی ابدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔(تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

حضورؑ کی اِن اِلہامی دعاؤں کو میں سجدہ میں آٹھ (۸) سے دس (۱۰) منٹ تک پڑھتا رہا۔اِس حالت میں نہ صرف مجھے احساس ہوا بلکہ یقین بھی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری فریاد سن لی ہے۔اور سجدے میں ہی ''نیکی کی ماہیت'' کے متعلق بہت سارا علم میرے دل ودماغ میں سرایت کر گیا اور میری کایا پلٹ گئی۔سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں بہت خوش تھا اور میری تمام جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔اب میں سجدہ ریز ہونے سے پہلے والا عبدالغفار نہیں تھا بلکہ ایک نیا عبدالغفار تھا۔میں نہیں جانتا کہ سجدہ میں میرے ساتھ کیا ہوا۔میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:۔''اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ'' اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔(سورۃ یٰسٓ ۔۸۳) شاید کچھ ایسی ہی بات سجدہ میں میرے ساتھ ہو گئی تھی۔بہرحال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔؟ اُسی دن یا اگلے دن شام کے وقت "Virtue is God" کا مجھے اِلہام ہو گیا ؎

جو ہمارا تھا وہ اب دِلبر کا سارا ہو گیا ۔ آج ہم دِلبر کے اور دِلبر ہمارا ہو گیا

شکر للہ! مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل۔کیا ہوا گر قوم کا دِل سنگ خارا ہو گیا

اِس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ میری سوچ اور کوشش کے بغیر اچانک بعض معلومات میرے دل ودماغ میں آنی شروع ہو گئیں۔اس پر میں نے محسوس کیا کہ مذہب اور علم سے متعلق گہرے سربستہ راز (mysteries) کا غیب سے مجھ پر انکشاف کیا جا رہا ہے۔پھر اِنہی اطلاعات (informations) کی روشنی میں خاکسار نے اِلٰہی نظریہ (Divine theory) ''نیکی خدا ہے'' (Virtue is God) لکھا۔جب میں نے یہ اِلٰہی نظریہ لکھ لیا تب مجھے بتایا گیا کہ دیکھ یہ اِلٰہی نظریہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ زکی غلام کی مخصوص نشانیوں سے منضبط ہوا ہے۔لہٰذا اِس کا دوسرا نام ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' بھی ہے۔مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کا حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے کسی جسمانی لڑکے پر اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سب پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے باہر ہیں۔اِس وجہ سے خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر ایک جھوٹا دعویٰ تھا۔وہ زکی غلام یعنی مصلح موعود نہیں تھے بلکہ وہ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے بعد جماعت احمدیہ میں ایک مصلح موعود کی بعثت کی وجہ بننے والے تھے۔وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد سے اب تک جو کچھ میں نے لکھا ہے یا آئندہ لکھوں گا یہ سب اِس مبارک سجدے کا ثمر ہے۔الحمدللہ

(۱) آگ دیکھنے کے بعد جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہوا، غارِ حرا میں جو محسن انسانیت سیدالانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہوا، گورداسپور میں ایک رات جو حضرت مرزا غلام احمدؑ کے ساتھ ہوا وہی کچھ جب میں احمدیہ ہوسٹل دارالحمد لاہور میں مقیم تھا ایک مبارک سجدہ میں میرے ساتھ ہو گیا۔جس طرح یہ سب پاک اور چنیدہ حضرات مخصوص مقاصد (missions) کیلئے مقرر یا مامور کر دیئے گئے تھے اسی طرح یہ عاجز بھی جماعت احمدیہ کی اصلاح کیلئے مقرر کر دیا گیا۔

(۲) کوئی اِنسان بھی سوال کی اہمیت سے اِنکار نہیں کر سکتا (سوائے جماعت احمدیہ قادیانی گروپ کے جو کہتی ہے سوال نہیں صرف اطاعت)۔حتیٰ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تو ''سوال'' کو ''نصف علم'' قرار دیا ہے۔نیوٹن نے کہا کہ جب اُس نے ایک سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اُسکے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہ سیب اوپر کی بجائے زمین کی طرف کیوں گرا ہے۔؟ اُس نے کہا کہ اِس وقت مجھے اِلہام ہوا تھا۔بلاشبہ نیوٹن نے یہ سچ کہا تھا۔مزید برآں مجھے یقین ہے کہ جب پہلے پہلے نیوٹن نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو کہا ہوگا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو اُن میں سے بہت سارے اُس پر ہنسے ہونگے۔شاید انگلش چرچ نے بھی کہہ دیا ہو کہ نیوٹن بیچارہ دماغی فتور میں

مبتلاء ہو گیا ہے۔ دوران طالبعلمی ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا۔ یونیورسٹی میں جب پہلی دفعہ سقراطی تصور ''نیکی علم ہے'' (Virtue is Knowledge) میری نظروں سے گزرا اور میں نے اِسکی تشریح کو پڑھا تو میرے دل میں بھی یہ سوال ڈالا گیا کہ سقراطی تصور کے یہ معنی نہیں ہیں۔ اِس تصور کی حقیقت کچھ اور ہے جو اِس میں پوشیدہ ہے۔ فائنل اِمتحان کے بعد پھر ایسے حالات پیدا ہوتے چلے گئے کہ یہ سقراطی نظریہ میرے سامنے آ گیا اور میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِس پر غور و فکر شروع کر دیا۔ لیکن میں اِنتہائی عقلی کوشش کے باوجود بھی اِسکی حقیقت کو نہ جان سکا۔ سجدہ کی حالت میں اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے اِس سقراتی تصور کا عقدہ مجھ پر کھولا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ یہ سقراطی تصور کوئی اخلاقی نظریہ (ethical theory) نہیں ہے۔ یہ علمی نظریہ (theory of knowledge) ہے کیونکہ اِس میں علم کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اِس نظریہ میں بتایا گیا ہے کہ ''نیکی'' اور ''علم'' ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اب میرے آگے اگلا سوال یہ تھا کہ یہ حقیقت کیا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اِلہامی طور پر بتایا کہ یہ وہی حقیقت ہے جس کو تم مذہبی زبان میں خدا کہتے ہو۔ اور پھر میرے آگے اگلا سوال یہ تھا کہ خدا کیا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انکشاف فرمایا کہ وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر حق'' (Supreme Ultimate Universal Truth) ہے۔ اور وہی ''علم'' ہے جسے تم جاننے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہاں پر میں اپنے قاری کو کسی منطقی بحث میں نہیں الجھاؤں گا۔ جسے دلچسپی ہو وہ میری ویب سائٹ سے یہ اِلٰہی نظریہ (Virtue is God) پڑھ سکتا ہے۔ یہی اِلٰہی نظریہ میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے دوسرے حصہ میں بطور ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' کے نام سے اُردو میں ترجمہ شدہ موجود ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیب گرنے کے ایک معمولی واقعہ سے نیوٹن کو اِلہام کر کے اُسے جدید سائنس کا امام بنا دیا بالکل اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اِلہامی طور پر نہ صرف سقراطی نظریہ علم (نیکی علم ہے) کی حقیقت سے آگاہ فرمایا بلکہ اِس عاجز پر ایک اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ (نیکی خدا ہے) کا اِلہام فرما کر مجھے ہمیشہ کیلئے دنیائے علم و حکمت کا امام بھی بنا دیا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ جب نیوٹن نے اِلہام کے بعد اپنے اِردگرد کے لوگوں کو کہا ہوگا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو کئی جاہل نیوٹن پر ہنسے ہوں گے اور بعض نے اُسے پاگل بھی کہا ہوگا۔ لیکن نیوٹن پاگل نہیں تھا بلکہ اُسے کہنے والے پاگل تھے کیونکہ بعد ازاں وقت نے اُسے جدید سائنس کا امام ثابت کر دیا۔ اِسی طرح ممکن ہے جماعت احمدیہ میں خوشامندی قسم کے لوگ اور خلیفہ صاحب کے خاص چیلے چانٹے شاید میری باتوں کو بھی دیوانے کی بڑ قرار دیں۔ کیونکہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی جماعتی حلقہ (circle) میں ہم کچھ بھی کہہ سکتے ہیں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں۔؟ ایک ایسا اِنسان جس کو جماعتی دائرہ سے باہر کوئی نہیں جانتا اگر ہم اُسے زمین کے کناروں تک شہرت دلوا سکتے ہیں۔ اُس سے قوموں کو برکت دِلوا سکتے ہیں۔ تو ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ہم بہت با کمال لوگ ہیں۔ میں ایسے سب لوگوں سے جواباً یہی کہوں گا کہ اگر آپکی نظر میں میرا اِلٰہی نظریہ غلط ہے تو آپ میدان میں آ کر دلیل کیساتھ اِسے جھٹلا کر دکھائیں ورنہ اِنشاء اللہ تعالیٰ وقت میری سچائی پر خود بخود مہر تصدیق ثبت کر دیگا۔

(۳) آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کا اپنے پیارے نبی ﷺ سے اپنے پاک کلام میں تین دفعہ وعدہ فرمایا ہے۔ وہ فرماتا ہے:۔ ''هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ (التوبہ۔۳۳/ الفتح۔۲۹/ الصّف۔۱۰)'' وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو یہ بات بہت ہی بُری لگے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ سے یہ وعدہ بہر حال اُٹل ہے اور اِنشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ وعدہ کس طرح پورا ہوگا۔؟ کیا دین اسلام ادیانِ باطلہ پر توپ یا تلوار سے غالب آئے گا۔؟ نہیں ہر گز نہیں۔ تمام عالم اسلام مل کر بھی طاقت کیساتھ دین اسلام کو دنیا پر غالب نہیں کر سکتے۔؟ دین اسلام کے مخالفوں کے پاس وہ دنیاوی طاقت اور اسلحہ ہے جس کا عالم اسلام تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب دور قلمی جہاد کا ہے۔ علمی اور نظریاتی جنگ کا ہے۔ اب اکیسویں صدی میں ایٹم بموں کی نہیں بلکہ علمی نظریات کی جنگ ہوگی۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ اِس جنگ کا میدان خشکی اور تری کی بجائے علمی درسگاہیں (universities) ہونگی اور اِنشاء اللہ تعالیٰ اِس نظریاتی جنگ میں دین اسلام ادیان باطلہ پر فتح اور غلبہ پائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تشریح و توضیح کیلئے نیوٹن کے ہاتھ میں ''عالمگیر کشش ثقل'' کی چابی تھمائی تھی اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعود کے موعود زکی غلام کے ہاتھ میں دین اسلام کی فتح اور ظفر اور مکمل غلبہ کیلئے ایک اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ ''نیکی خدا ہے'' کی چابی تھمائی ہے جس کے آگے دنیا کی سب اقوام علمی طور پر گھٹنے ٹیک دیں گی اِنشاء اللہ تعالیٰ۔ حضورؑ اِسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جنکے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی

خدا۔اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آ ئیں گی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۵)

(۴) یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ نیکی کیا ہے یا علم کیا ہے۔؟ یہ اہم اور مشکل سوالات نہیں ہیں۔ہم سب جانتے ہیں کہ نیکی کیا ہے۔؟ اور علم کیا ہے۔؟ لیکن میں جواباً کہتا ہوں کہ آپ نہیں جانتے کیونکہ یہ سوالات اِنسانی تاریخ میں مشکل ترین سوالات ہیں۔تفصیل کو چھوڑتے ہوئے خاکسار یہاں قارئین کے آگے سقراطی نظریہ علم (Virtue is Knowledge) کے سلسلے میں ایک برطانوی مفکر اور پروفیسر آف فلاسفی ڈبلیو۔ٹی۔سٹیس کا ایک اقتباس رکھتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:۔

"But as, for Socrates, the sole condition of virtue is knowledge, and as knowledge is just what can be imparted by teaching, it followed that virtue must be teachable. The only difficulty is to find the teacher, to find someone who knows the concept of virtue. What the concept of virtue is that is, thought Socrates, the precious piece of knowledge, which no philosopher has ever discovered and which, if it were only discovered, could at once be imparted by teaching, where upon men would at once become virtuous." (A critical history of Greek philosophy by W.T. Stace p.149)

(ترجمہ۔لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیکی کی تنہا شرط اِس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطعی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جا سکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی قابل تَعَلُّم ہونی چاہیے۔مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیکی کے تصور کو جانتا ہو۔نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جو علم کا انمول جز ہے جس کو کسی مفکر نے آج تک دریافت نہیں کیا اور اگر کبھی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً اُسے پڑھایا جائے گا اور اِس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔)

نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور وہ جو علم ہے۔وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر حق'' (Supreme Ultimate Universal Truth) ہے۔وہی خدا ہے جو اِس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ضرور تھا کہ یہ عقدہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے موعود زکی غلام پر آشکار ہوتا۔جان کیٹس (John Keats/1795-1821) نے کیا خوب کہا تھا۔

Beauty is truth; truth, beauty that's all.Ye know on earth,and all ye need to know.

حسن سچ ہے، سچ، حسن! یہی سب کچھ ہے۔تم نے ارض پر جاننا ہے اور تم سب کو جاننے کی ضرورت ہے۔

اگرچہ انگریزی شاعر جان کیٹس نے حسن (Beauty) اور سچ (Truth) کی تعریف نہیں کی لیکن پھر بھی اُسکے یہ خوبصورت الفاظ اُسے ہمیشہ کیلئے اَمر کر گئے۔اگر جان کیٹس کے اِن الفاظ کو ہم اِس طرح لکھیں تو میرے خیال میں یہ اور بھی زیادہ معنی خیز بن جائیں گے:۔

Virtue is Knowledge ; Knowledge,Virtue that's all.Ye know on earth,and all ye need to know.

نیکی علم ہے، علم، نیکی! یہی سب ہے۔تم نے ارض پر جاننا ہے اور تم سب کو جاننے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز پر بذریعہ اِلہام اِنکشاف فرمایا کہ یہ حسن، یہ سچ، یہ علم اور یہ نیکی خدا ہے اور وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر سچ'' ہے۔آخر میں سب سے کہتا ہوں کہ اِلٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' (Virtue is God) ہی ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی صداقت ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

ہر صاحب فہم اور صاحب بصیرت انسان ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی مندرجہ بالا مرکزی علامات اِلٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' میں بخوبی ڈھونڈ سکتا ہے۔اِس اِلٰہی نظریہ کو ہم ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ'' یا ''اُم النظریات'' بھی کہہ سکتے ہیں اور ہر قسم کے مادی اور غیر مادی نظریات اِسی نظریہ سے جنم لیتے ہیں۔مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ نظری طور پر اِس نظریہ سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے ۔ یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گا

كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کی حقیقت

اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کے متعلق فرمایا ہے ''كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ''۔اِس عربی عبارت کے معنی ہیں کہ ''گویا خدا آسمان سے اُترے گا''۔عام طور پر افرادِ جماعت اِن الفاظ کو پڑھ کر آگے گزر جاتے ہیں اور کوئی اِن پر غور نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے زکی غلام مسیح الزماں کے متعلق یہ الفاظ کیوں نازل فرمائے ہیں۔؟ اگر افرادِ

جماعت اِن اِلہامی الفاظ پر ہی تھوڑا بہت غور وفکر فرما لیتے تو یہ الفاظ ہی خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے ہونے کی قلعی کھول رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے الفاظ کسی ایسے اِنسان کیلئے نازل فرمائے گا جو بظاہر اِنتہائی معمولی اور غریب ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اُسے محمدی مریم کا زکی غلام بنادے اُسی طرح جس طرح اُس نے پہلے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ موسوی مریم کو ایک زکی غلام عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایسا زکی غلام جب بحکم اِلٰہی جماعت احمدیہ میں کھڑا ہوگا تب جماعتی مقتدر لوگ طاقت اور تکبر کے نشے میں اُس کے معمولی ہونے اور اُسکی غربت کی بدولت اُسے قبول کرنے کی بجائے اُس کا اور اُسکے اصحاب کا جماعت احمدیہ سے اخراج اور مقاطعہ کرتے پھریں گے۔ جماعت کے نام نہاد خلیفے خدا ہی کے نام پر اُس کی زبان بندی کرتے ہوئے اُس کو آواز کی سولی پر چڑھا دیں گے اُسی طرح جس طرح بد بخت یہودیوں نے موسوی زکی غلام کو کاٹھ کی صلیب چڑھا دیا تھا۔ اور پھر جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے معمولی بندے موسوی زکی غلام کو صلیب سے بچانے کیلئے آسمان سے اُترا تھا اِسی طرح اپنے محمدی زکی غلام کو بھی بچانے کیلئے آسمان سے اُتر آئے گا۔ عقل ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ ایک سچے اور معمولی انسان کی مدد کرنے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ قبل از وقت ایسے الفاظ نازل فرمایا کرتا ہے کہ ’’كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ‘‘ گویا خدا (اُسکی مدد کرنے کیلئے) آسمان سے (زمین پر) اُترے گا۔

لیکن برخلاف اِسکے اگر کوئی اِنسان مہدی و مسیح اور ایک اُمتی نبی کا لڑکا ہو۔ وہ کل جماعت کی آنکھوں کا تارا ہو۔ خلیفہ بننے سے پہلے ہی ایک خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں وہ عملاً خلیفہ بنا ہوا ہو۔ افرادِ جماعت اُسے نوجوانی میں خلیفہ بنا دیں۔ اُسکے دعویٰ مصلح موعود سے پہلے ہی افرادِ جماعت اُسکے مصلح موعود ہونے کا اعلان کر دیں۔ لاکھوں کی جماعت اُس کے قبضہ میں ہو اور وہ سب اپنی جان مال اور عزت کی قربانی دینے کیلئے اُسکے آگے ہر وقت تیار کھڑے ہوں۔ جماعت کا سارا خزانہ اُسکے قبضہ قدرت میں ہو۔ سینکڑوں علماء وفضلاء اُسکی قلمی اور علمی معاونت کیلئے اُسکے آگے پیچھے کھڑے ہوں۔ جماعت احمدیہ کو وہ ایک غیر اسلامی نظام کیساتھ ایک فوج میں تبدیل کر دے۔ تو عقل ہمیں کہتی ہے کہ ایسے اِنسان کی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی کہ وہ قبل از وقت اُس کے لیے فرماتا کہ ’’كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ‘‘ گویا خدا (اُس کی مدد کرنے کیلئے) آسمان سے اُترے گا۔؟ ایسا انسان جس نے خدا کے بندوں کو اپنے بندے بنا لیا ہو وہ تو خود خدا بن جاتا ہے۔ ایسے بت کو کسی خدا کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسے بتوں کی مدد کرنے کیلئے خدا آسمان سے اُترا کرتا ہے۔؟ لہٰذا عقلی طور پر ’’كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ‘‘ سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق نہیں تھا۔ وہ ایک جھوٹا دعویٰ کر کے جماعت احمدیہ میں ایک نظام کیساتھ آئندہ ظاہر ہونیوالے زکی غلام (مصلح موعود) کا راستہ روکنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑا ہوا تھا۔ بالفاظ دیگر اُس نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تھا کہ میں مصلح موعود بن رہا ہوں اور تو اپنے زکی غلام کو بھیج کر دیکھنا کہ میرا نظام اور میرے پیروکار اُس کا کیا حشر کریں گے۔؟ اور اِس قسم کی بات اُسکے فرزند ارجمند خلیفہ رابع صاحب نے اپنی ایک مجلس سوال وجواب میں کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے کہہ بھی دی تھی کہ قیامت کے قریب ایک مسیح آئے گا جس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔ ظاہر ہے خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ ہم نے ایک جبری نظام کیساتھ کسی آنیوالے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ قبول کرنا تو بعد کی بات ہے۔

حصول علم کی اِلہامی دعائیں مجھ تک کیسے پہنچیں۔؟

قرآن مجید میں سینکڑوں اِلہامی دعائیں ہیں۔ مسلمان اِن قرآنی دعاؤں کا فیض اور برکت برابر پندرہ سو سال سے پا رہے ہیں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ دعائیں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کو بھی سکھائی تھیں۔ اِن الہامی دعاؤں میں سے زیادتی علم کیلئے چند دعائیں پہلے درج ہو چکی ہیں۔ اِن اِلہامی دعاؤں کا فیض اور برکت آپؑ کو تو ملا ہی تھا لیکن خاکسار کو کامل یقین ہے کہ اِن مقبول اِلہامی دعاؤں کا فیض اللہ تعالیٰ نے آپکے موعود زکی غلام کو بھی بخشنا تھا۔ ہوسکتا ہے کسی احمدی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ میرے جیسا اِنسان جو ایک اَن پڑھ ماحول میں پیدا ہوا۔ جو کسی سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا (چوتھی جماعت میں ہمارے کلاس انچارج نے قرآن کریم کی آخری دس سورتوں میں سے چند سورتیں جو دینیات کے نصاب (syllabus) میں تھیں ہمیں پڑھائیں۔ میں نے یہ سورتیں رَٹ لی تھیں۔ علاوہ اِسکے میرے اِسی استاد نے مجھے سورۃ البقرہ کے پہلے دو (۲) رکوع بھی پڑھائے تھے۔ یہ دو (۲) رکوع بھی استاد نے پڑھائے تھے لیکن میں نے رٹے تھے۔ بعدازاں دورانِ تعلیم لوگوں کو پڑھتے دیکھ کر تھوڑا تھوڑا قرآن کریم میں نے بھی پڑھنا سیکھا لیا۔ جس طرح استاد بچوں کو با قاعدہ پڑھا کر پہلے عربی پڑھنا سکھاتے ہیں اور پھر بچے سے قرآن کریم سن لیتے ہیں۔ اِس طرح سے کسی استاد نے مجھے قرآن کریم نہیں پڑھایا ہے۔ ناقل) اور نہ ہی اُس نے ایم اے تک حضرت بانئے جماعت کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا سوائے ایک آدھ رسالے مثلاً کشتی نوح وغیرہ کے۔ حصول علم کے متعلق یہ اِلہامی دعائیں اُس تک کیسے پہنچیں یا وہ اِن دعاؤں تک کیسے پہنچ گیا۔؟ اگر کسی کے ذہن میں ایسا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ جائز اور صحیح (genuine) سوال ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تدبیر تھی جو اُس نے پہلے مجھ اُمی کو یہ دعائیں یاد کروائیں اور پھر وقتِ مقررہ پر مجھ سے اپنے حضور یہ دعائیں کروائیں۔ ہوا اِس طرح کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں میرے ایک دوست تھے۔ کبھی کبھار وہ میرے گھر آجایا کرتے تھے اور میں بھی کبھی کبھار اُنکے گھر چلا جایا کرتا تھا۔ یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہوگی۔ ایک دفعہ میں اپنے دوست کے گھر گیا تو اُنکے دیوان خانہ (drawing room) میں میز پر ایک مجلد دعائیہ خزائن (ادعیۃ القرآن + ادعیۃ الرسول ﷺ + ادعیۃ المسیح الموعودؑ) کا سیٹ پڑا ہوا تھا۔ میں نے یہ ساری

دعائیں پڑھیں اور ان میں سے بشمول علم کی دعاؤں کے چیدہ چیدہ دعائیں یاد کر لیں۔ یہ دعائیں اسی ترتیب میں طبع شدہ تھیں جس ترتیب کیساتھ خاکسار نے انہیں یہاں نقل کیا ہے۔ بعد ازاں ان دعاؤں کو حسبِ توفیق نماز میں پڑھتا بھی رہا۔ اور پھر رفتہ رفتہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا وہ لمحہ آ گیا جب میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِن اِلہامی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑھا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد جماعت میں طبع شدہ دعائیہ خزائن کے جتنے سیٹ بھی میں نے دیکھے ہیں ان میں زیادتی علم کے متعلق پہلی چار اِلہامی دعاؤں کو تو میں نے ضرور پایا ہے لیکن آخری اور پانچویں اِلہامی دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔) اِن سب میں مفقود تھی۔ اب شاید یہ ایک اتفاق ہو کہ جس کتابچے سے میں نے اِن علمی دعاؤں کو یاد کیا تھا اِس میں تو یہ پانچوں دعائیں موجود تھیں لیکن بعد کے کتابچوں میں آخری دعا طبع نہیں ہے۔ میرا یقین ہے کہ یہ صرف اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تدبیر تھی کہ اُس نے یہ آخری دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔) مجھے یاد بھی کروائی اور مجھ سے اپنے حضور منگوائی بھی۔ ایسا کیوں ہوا اور یہ دعا مجھ سے کیوں منگوائی گئی۔؟ اِسکی تفصیل بعد میں لکھوں گا۔

علم سے متعلقہ اِلہامی دعاؤں کی حقیقت

پہلی دعا (رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا) تو علم میں زیادتی کیلئے ایک عمومی دعا ہے اور یہ دعا حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے آنحضرت ﷺ پر بھی سورۃ طٰہٰ میں نازل ہو چکی ہے۔ یاد رہے کہ علم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ علم انسانوں کے لیے بھلائی کا موجب ہوتے ہیں اور بعض علم ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے ہی علموں کے متعلق حضرت بابا بلھے شاہؒ نے فرمایا ہے کہ ''علموں بس کریں او یار''۔ دوسری دعا (رَبِّ عَلِّمۡنِیۡ مَا هُوَ خَیۡرٌ عِنۡدَكَ) میں یہی اِلتجا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے وہی علم بخشا جو تیرے نزدیک میرے لیے بہتر ہو یعنی میرے لیے بھلائی کا موجب ہو۔ تیسری اور چوتھی دعائیں (رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡوَارَكَ الۡكُلِّیَّةَ۔ رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَآئِقَ الۡاَشۡیَاءِ) بطورِ خاص عرفانِ باری تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ ایسا عرفانِ باری تعالیٰ جو علمی رنگ میں ہو۔ سقراطی نظریہ علم کی حقیقت اور اِلٰہی نظریہ (نیکی خدا ہے) کا مجھ پر اِلہام ہونا اِنہی اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ حصول علم کے متعلق پانچویں دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا) جو اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد بھی کروائی اور اپنے حضور مجھ سے منگوائی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز پر انکشاف فرمایا ہے کہ ضرور تھا کہ وہ زندگی کے شربت پلانے کی یہ اِلہامی دعا اُس انسان کو یاد بھی کرواتا اور اُس سے اپنے حضور میں منگواتا بھی جسے اُس نے زکی غلام یعنی مصلح موعود بنانا تھا۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۶، ۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر زکی غلام کے متعلق آخری مبشر اِلہام کچھ اِس طرح نازل فرمایا تھا:۔

''سَاَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِیًّا۔ رَبِّ هَبۡ لِیۡ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسۡمُهٗ یَحۡیٰی۔ اَلَمۡ تَرَ كَیۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحَابِ الۡفِیۡلِ۔ ..... آمدن عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔'' (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

زکی غلام کے اِس آخری مبشر اِلہام میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ایک ایسے غلام کی بشارت بخشی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے یحیٰی کا نام دیا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ حضورؑ کا یہ موعود یحیٰی کوئی الگ غلام نہیں ہے بلکہ یہ زکی غلام ہی ہے۔ یحیٰی کے لغوی معنیٰ ''زندہ رہنے والا'' کے ہوتے ہیں۔ ''اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا'' کو ہم بالالفاظ دیگر اِس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں کہ ''اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے یحیٰی بنا دے''۔ زکی غلام سے متعلق یہ آخری اِلہام بتا رہا ہے کہ جس اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کا موعود زکی غلام ہونے کا اعزاز بخشنا تھا اُسے پہلے یحیٰی بننے کی دعا بھی سکھانی تھی اور پھر یہ دعا اُس سے اپنے حضور منگوانی بھی تھی۔ الحمدللہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی بھی ہے اور اپنے حضورؑ ایک مبارک سجدہ میں مجھ سے منگوا کر مجھے یحیٰی بھی بنایا ہے۔ اِس سب کے باوجود کیا کسی متقی احمدی کو میرے موعود زکی غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود ہونے میں کوئی شک رہ سکتا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔

ایک فکر انگیز سوال

یہ یاد رکھیں کہ میری اِبتدائی زندگی اِنتہائی غربت اور سادگی میں گزری اور اللہ تعالیٰ نے میری ہر حال اور ہر رنگ میں حفاظت فرمائی ہے۔ غلام مسیح الزماں کے علم اور دعوے سے پہلے میں بھی ایک عام احمدی تھا۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے نشانات اور حقائق چپکے چپکے میری زندگی میں داخل ہوتے گئے لیکن وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے تک میں اِن حقائق سے کلیتًا بےخبر رہا یا مجھے بےخبر رکھا گیا۔ آخر میں خاکسار افرادِ جماعت کے آگے ایک سوال رکھتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں اور بانئے جماعت حضرت مرزا غلام احمدؑ نے اپنی تحریرات میں کافی جگہ لکھا ہے کہ آپؑ کے والد مرزا غلام مرتضٰی ایک دنیادار آدمی تھے۔ اُنہوں نے اپنی ساری زندگی دنیا کی محبت اور دنیاوی جھمیلوں اور مقدمہ بازیوں میں گزاری۔ حتیٰ کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے حضرت مرزا غلام احمدؑ کی مذہبی لگن اور انکے مذہبی رجحان کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:۔

''بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے۔ کہ میں بچپن میں والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تاریخ فرشتہ نحو میر۔

اورشائد گلستان بوستاں پڑھا کرتا تھا۔اور والد صاحب کبھی کبھی پچھلا پڑھا ہوا سبق بھی سنا کرتے تھے مگر پڑھنے کے متعلق مجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوئے حالانکہ میں پڑھنے میں بے پرواتھا لیکن آخر دادا صاحب نے مجھے والد صاحب سے پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ میں نے سب کو ملّاں نہیں بنا دینا۔تم مجھ سے پڑھا کرو مگر ویسے دادا صاحب والد صاحب کی بڑی قدر کرتے تھے۔''(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸)

''مگر ویسے دادا صاحب والد صاحب کی بڑی قدر کرتے تھے۔''اقتباس کے یہ آخری الفاظ تو ویسے ہی تکلفاً کہے گئے اور لکھے گئے ہیں۔اگر مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو اپنے بیٹے مرزا غلام احمدؑ سے اتنی ہی محبت تھی،اگر وہ اُنہیں اتنا ہی پسند کرتے اور اُنکی قدر کرتے ہوتے تو پھر اپنے پوتے کو اُسکے نیک والد سے پڑھنے سے ہرگز نہ روکتے۔

افرادِ جماعت سے میرا سوال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ایک دنیادار کے گھر میں پیدا کرسکتا ہے تو پھر وہ زکی غلام مسیح الزماں کو ایک ایسے برگزیدہ اور نیک اِنسان کے گھر میں کیوں نہیں پیدا کرسکتا جو ایک مثالی احمدی مسلمان تھا اور جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ،اُسکے رسول ﷺ اور اُسکے مہدی و مسیح موعودؑ کی محبت اور دعاؤں میں گزاری تھی۔؟؟؟؟؟

QN-4. What were his beliefs before his claim?

دعویٰ سے پہلے اُسکے عقائد کیا تھے۔؟

الجواب

دعویٰ سے پہلے میرے عقائد بشمول پیشگوئی مصلح موعود وہی تھے جو جماعتی عقائد ہیں۔

QN-5. Are you also saying that after his claim he will live for at least 23 years to prove his claim?

کیاتم یہ کہہ رہے ہو کہ اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کیلئے وہ اپنے دعویٰ کے بعد تیئیس (۲۳) سال زندہ رہے گا۔؟

الجواب

اِس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اِلہامی دعویٰ(وسط دسمبر ۱۹۸۳ء)کے بعد اب تک مجھے پچیس(۲۵)سال کی زندگی عنایت فرما کر میرے اِلہامی دعویٰ کو سچا ثابت کردیا ہے۔لیکن میرے اِس سادہ جواب سے نہ آپکی اور نہ ہی بعض دیگر لوگوں کی تشفی ہوگی اور آپ مجھ سے سوال کریں گے کہ وہ کیسے۔؟۔لہٰذا میرے لیے ضروری ہے کہ میں آپ کیلئے بھی اور افادۂ عام کیلئے بھی پہلے اِلہامی دعویٰ (divine claim) کی حقیقت پر کچھ روشنی ڈالوں۔جیسا کہ شروع میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد مہدی و مسیح موعودؑ کے بقول کسی سچے مدعی کی سچائی کیلئے اُسکے دعویٰ کے بعد اُس کا آنحضرت ﷺ کی طرح تیئیس (۲۳) سال تک زندہ رہنا ضروری ہے۔اب اہم سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا تیئیس (۲۳) سالہ معیار جانچنے کیلئے کسی مدعی کا الہامی دعویٰ (divine claim) اُسکے کس بیان یا واقعہ سے شروع کیا جائے۔؟

خاکسار جواباً عرض کرتا ہے کہ دنیا کے تقریباً سبھی مذہبی راہنماؤں یا مصلحین کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا مرکزی واقعہ ضرور پیش آیا ہے جس نے اپنے روحانی اثرات کی بنا پر صاحب واقعہ کی زندگی کو دو مختلف حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ایک حصہ واقعہ سے پہلے کی زندگی سے اور دوسرا حصہ واقعہ کے بعد کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔اِس واقعہ یا روحانی تجربہ کے بعد ایسے لوگوں کی زندگیاں یکسر بدل گئیں۔پھر ایسے واقعہ کا یہ بھی خاصہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اُس شخصیت (صاحب واقعہ) کی پوری زندگی اسی مرکزی واقعہ کے اثرات کے تابع رہتی ہے۔اِس روحانی واقعہ کو کسی روایت میں گیان،کسی میں عرفان،کسی میں مشاہدہ اور کسی میں وحی اور الہام کا نام دیا گیا ہے۔میرے خیال میں آپ ایسے واقعہ کو جو بھی نام دینا چاہیں دے سکتے ہیں اور اِس سے اِس کی اہمیت اور حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔یہ ایسا روحانی تجربہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے یا جسے وہ برگزیدہ کرنا چاہے پر ظاہر ہو کر اُسے کسی نیک اصلاحی مقصد کیلئے چُن لیتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تیئیس (۲۳) سالہ معیار کو جانچنے کیلئے ہمیں کسی مدعی کی زندگی کے کسی ایسے ہی روحانی واقعہ کو اُسکے اِلہامی دعویٰ کا نقطۂ آغاز سمجھنا چاہیے کیونکہ ایسے روحانی واقعہ کے نتیجہ میں وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کام یا مشن (mission) پر مامور یا مبعوث کردیا جاتا ہے۔باالفاظ دیگر یہ کہ ایسا روحانی تجربہ دراصل وحی و الہام یا روح القدس کا کھلم کھلا آغاز ہوتا ہے۔میرے اِس بیان سے یہ مراد ہرگز نہ لیا جائے کہ صاحب واقعہ کی پہلی زندگی وحی وِالہام سے خالی ہوتی ہے بلکہ میری مراد ہے کہ اگرچہ صاحب واقعہ کی پہلی زندگی میں بھی اُسے سچے خواب آتے ہیں۔اُسے اِلہام بھی ہوجاتے ہیں مگر وہ اِن سے بے خبر ہوتا ہے یا اُسے بے خبر رکھا جاتا ہے تاوقتیکہ پھر اُسکی عمر کے کسی خاص حصے (جو اللہ تعالیٰ کو مناسب معلوم ہوتی ہے) میں متذکرہ بالا روحانی واقعہ رُونما ہو کر اُس کیساتھ کھلم کھلا مکالمہ و مخاطبہ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔خاکسار ذیل میں ایسے واقعات کی چند امثال پیش کرتا ہے:۔

(۱) حضرت موسیٰؑ کا آگ دیکھنا

ہم جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ ایک قبطی (فرعون کی قوم کا ایک فرد) کے قتل کے بعد مدین کی طرف چلے گئے تھے۔ مدین پہنچ کر کچھ شرائط کیساتھ آپکی شادی حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی صفورہ سے ہوگئی۔ حضرت موسیٰؑ اپنی مقررہ مدت گزار کر جب اپنے اہل کو لے کر واپس مصر کی طرف چلے تو راستہ میں کوہِ طور کی جانب اُنہوں نے ایک آگ دیکھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ٥ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ٥ اُسْلُكْ يَدَكَ فِیْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ٥" (القصص آیات: ۳۰-۳۳) ترجمہ۔ جب موسیٰ نے وقتِ مقررہ کو پورا کرلیا اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اُس نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے لیے کوئی خبر لاؤں یا کوئی آگ کا انگارہ لاؤں تا کہ تم سینکو۔ پھر جب وہ اُس (آگ) کے پاس پہنچا، تو مبارک مقام کے ایک مبارک حصّہ کی طرف سے ایک درخت کے پاس سے اُسے پکارا گیا کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار۔ اور یہ کہ تو اپنا عصا پھینک دے۔ پس جب اُس نے اُس (یعنی عصا) کو سفید سانپ کی طرح پھنپھناتے ہوئے دیکھا تو وہ (یعنی موسیٰ) پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا۔ (تب اُسے پکارا گیا) اے موسیٰ! آگے بڑھ اور ڈر نہیں تو سلامتی پانے والوں میں سے ہے۔ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال، وہ بغیر کسی بیماری کے سفید نکلے گا اور اپنے بازو کو خوف کی وجہ سے کھینچ کر (اپنے جسم سے) ملا لے۔ یہ دو (۲) دلیلیں ہیں جو فرعون اور اُسکے درباریوں کی طرف تیرے ربّ کی طرف سے بھیجی گئی ہیں کیونکہ وہ اطاعت سے نکلنے والے لوگ ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا یہ واقعہ قرآن مجید میں کافی جگہ پر بیان ہوا ہے۔ میں نے بغرض اِختصار یہاں صرف سورۃ القصص کی چار (۴) آیات نقل کی ہیں۔ اب اِس واقعہ میں بظاہر حضرت موسیٰ ایک آگ دیکھنے گئے تھے اور جانے سے پہلے اُنہیں کوئی علم نہیں تھا کہ اِس آگ دیکھنے میں اُسکی نبوت، بعثت یا ماموریت پوشیدہ ہے۔ جب ہم سورۃ القصص کی مندرجہ بالا چار (۴) آیات سے پہلے کے تین رکوع یا ۲۹ آیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بخوبی علم ہوجاتا ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰ کو آگ دیکھنے کے واقعہ کے دوران پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنا نبی اور رسول بنادیا ہے لیکن قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُسکی پیدائش سے بھی پہلے اُسے اپنا نبی اور رسول بنانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اُسے قتل ہونے سے بچایا اور پھر کس طرح قدم قدم پر اُسکی حفاظت فرماتے ہوئے اپنے دشمن (فرعون) کے گھر میں اُسکی پرورش کروائی۔ جب حضرت موسیٰ پختہ جوان ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اُسے علم وحکمت بخشی لیکن اِس سب کے باوجود آگ دیکھنے کے واقعہ سے پہلے وہ ہر شئے سے بے خبر تھا۔ اور اِس چرواہے کے خواب وخیال میں بھی یہ نہیں گزرا ہوگا کہ وہ آئندہ زمانے میں فرعون اور اُسکے درباریوں کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا جانیوالا ہے۔ مندرجہ بالا آیات بتارہی ہیں کہ حضرت موسیٰ کا آگ دیکھنے کا واقعہ ہی آپکی بعثت اور ماموریت کا واقعہ تھا۔ دوسری قابلِ غور اور اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس روحانی واقعہ کے دوران اپنے مامور کو اُسکی سچائی کے ثبوت کے طور پر اِلہامات نہیں دیئے تھے بلکہ اُسے دو (۲) نشانات دیئے تھے۔ اور جب حضرت موسیٰ کا فرعون اور اُسکے درباریوں کیساتھ آمنا سامنا ہوا تو فرعون نے بھی حضرت موسیٰ سے بطور سچائی اِلہامات طلب نہ کیے بلکہ اُس سے اُسکی سچائی کی دلیل مانگی تھی اور جواباً حضرت موسیٰؑ نے بھی اِلہامات کی بجائے فرعون کے آگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نشانات پیش کیے تھے۔ میں یہاں بتاتا چلوں کہ دراصل ایسے روحانی واقعات کی کنہ تک پہنچنا اِنسان کے بس کی بات نہیں۔ ایسے واقعہ کے بعد صاحبِ واقعہ پر تو اللہ تعالیٰ کی منشاء ظاہر ہوجاتی ہے لیکن بعض اوقات وہ اِسکی کیفیت کو بتا نہیں سکتا۔ خاکسار اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہی کہہ سکتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ:۔"اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔" (یٰسین: ۸۳) اِس کا معاملہ تو یُوں ہے کہ جب کبھی وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ فلاں چیز ہوجائے وہ اِس کے بارہ میں کہہ دیتا ہے کہ اِس طرح ہوجائے اور وہ اِسی طرح ہوجاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بس ایسے لوگ اور ایسے واقعات "کُن فَیَکون کی تجلّی" ہوا کرتے ہیں۔

(۲) گوتم سِدّھارتھ کا ایک ہی رات میں گوتم بُدھ (عارف) ہوجانا

گوتم سِدّھارتھ اب سے قریباً اڑھائی ہزار سال قبل سِدّودھن کی رانی مہامایا کے ہاں لُمبنی باغ (موجودہ نیپال کے جنوبی حصے میں ایک خوشگوار مقام) میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن اور جوانی راجکماروں کی طرح بسر کی۔ عمر کیساتھ ساتھ شہزادے کے اندر غور وفکر، سنجیدگی اور احساس کی تیزی بڑھتی گئیں۔ چنانچہ باپ نے شہزادے کی سوچ کو بدلنے کیلئے سولہ (۱۶) سال کی عمر میں اُسکے ننھیال کی ایک ہم عمر راجکماری یشودھرا سے شادی کردی۔ لیکن اِس سب کے باوجود شہزادہ گوتم کو کوئی بھی دنیاوی دلچسپی اپنی طرف مائل نہ کرسکی۔ اُسکے دِل

میں حقیقت کو جاننے اور زندگی کے سربستہ راز کو کھولنے کی ایک آرزو تھی جو وقت کیساتھ ساتھ ایک مستقل خلش بنتی گئی۔ زندگی کے حقائق سے دُور محل کی بناوٹی اور پُر تکلف زندگی میں ہمہ وقت قید رہنا شہزادہ گوتم کیلئے نا قابل برداشت ہو گیا۔ بالآخر ایک روایت کے مطابق شہزادے کی ایک سے زائد شب نوردیوں کے دوران، ایک ضعیف، ایک بیمار اور ایک جنازے کے مشاہدے سے اُس پر زندگی کی بے ثباتی اور اُس کا غیر محفوظ ہونا ظاہر ہو گیا۔ اِن مایوس کن انکشافات کے بعد اُنتیس (۲۹) سال کی عمر میں ایک رات بیوی اور نومولود بیٹے (راہول) کو چھوڑ کر وہ جنگل کی تاریکیوں میں کھو گیا۔ المختصر بدھ روایت کے مطابق چھ (٦) سال کی ریاضت کے بعد ایک دِن ایک چرواہن کی نذر کی ہوئی کھیر کو قبول کر کے اُس نے اپنا بَرت (روزہ) توڑا اور ایک معتدل زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ایک پیپل کے پیڑ کے نیچے آسن بنا کر اپنے مخصوص مراقبہ کے انداز میں بیٹھ گیا۔ اُس نے عہد کیا کہ وہ اُس وقت تک اُسی جگہ پر بیٹھا رہے گا جب تک کہ وہ ''ابدی مسرت'' کے راز کو نہ پالے یا موت اُسے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

''بدھ روایت کے مطابق رات کے پہلے پہر گوتم سدّھارتھ نے اپنے مراقبے کے دوران وہ علم حاصل کیا جو قدیم ہندوستان میں اِعلا روحانیت کا خاصّہ سمجھا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ آدھی رات کے قریب اُن پر اُن چار عظیم حقائق کا اِنکشاف ہوا جن میں بدھ مت کا بنیادی فلسفہ مضمر ہے اور جس کا ایک حصّہ 'علّت و معلول'، زندگی کی حقیقت کو عیاں کر دیتا ہے۔ رات کے آخری حصّہ میں گوتم سِدّھارتھ نے اپنے مراقبہ ہی کے اندر نِروان (نجات) حاصل کر لیا اور اِس طرح اپنے مقصود کو پہنچ کر وہ گوتم سِدّھارتھ سے گوتم بُدھ ہو گئے۔ نِروان میں گوتم بُدھ کو زندگی کے مسئلے کا حل مل گیا، اِن کی ہر خلش دور ہو گئی اور وہ ''ابدی مسرّت'' کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔'' (دُنیا کے بڑے مذہب۔ مؤلف عماد الحسن آزاد فاروقی صفحہ ۷۹۔۸۰)

گوتم سِدّھارتھ کے حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ اُسے پیپل کے درخت کے نیچے مراقبے میں بیٹھنے سے پہلے قطعاً کوئی علم نہیں تھا کہ وہ آج اپنے مراقبے میں گوتم بُدھ (عارف) بننے والا ہے۔ مراقبے میں اُسے ایک ہی رات میں نہ صرف گیان ہو گیا بلکہ اُسی رات وہ اصلاح خلق کیلئے مامور بھی کر دیئے گئے۔

(۳) آنحضرت ﷺ کا غارِ حرا کا واقعہ

آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک جب تیس (۳۰) سال سے زیادہ ہوئی تو آپکے دِل میں تنہائی میں عبادت کرنے کی تڑپ پیدا ہو گئی۔ اِس خواہش کو پورا کرنے کیلئے آپ ﷺ مکہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ایک پہاڑی میں بنی ہوئی ایک غار میں چلے جاتے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کیلئے چند دن کی غذا تیار کر دیتیں اور آپ اِسے لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ ایک دن آپ حسب معمول عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اُس نے آپ سے کہا اقْرَاءُ یعنی پڑھ۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ بہرحال فرشتے نے سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات آپ کو پڑھائیں۔ ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ. اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھ، جس نے پیدا کیا۔ اِنسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ کیونکہ تیرا ربّ بڑا کریم ہے۔ (وہ ربّ) جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ جس نے اِنسان کو وہ سکھایا جسے پہلے وہ نہیں جانتا تھا۔ غارِ حرا میں آنحضرت ﷺ کے اِس روحانی واقعہ کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ مسند احمد میں یوں بیان ہوا ہے۔

''وَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّادِقَةُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَا یَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَآئَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ وَکَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّیَالِیْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ۔۔۔۔ ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّیَ وَ فَتَرَ الْوَحْیُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ ۔۔۔ وَتُقِرُّ نَفْسُهٗ۔'' (حدیث نمبر ۵۵۹۱/ ۵۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحات ۱۴۶ تا ۱۴۸) ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو آپ وحی سے شروع کیے گئے سچے خوابوں کا دیکھنا تھا۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے اِسکی تعبیر صبح کی طرح نمودار ہوتی۔ پھر آپکی طرف تنہائی پسند کر دی گئی۔ آپ خلوت میں رہتے آپ غارِ حرا میں چلے جاتے۔ کئی کئی راتیں وہاں عبادت میں مشغول رہتے اِس سے پہلے کہ اپنے گھر والوں کی طرف مائل ہوں اور اِس کام کیلئے (ساتھ) توشہ لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس لوٹ آتے اُتنا ہی توشہ اور لے جاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ غارِ حرا میں تھے کہ حق آپکے پاس آ گیا۔ آپکے پاس فرشتہ آیا اور کہا اقْـرَاءُ یعنی پڑھ۔ آپ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا اُس نے پکڑ کر مجھ کو دبایا کہ اُسکے دبانے سے مجھے مشقت پہنچی۔ پھر کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا اُس نے مجھ کو پکڑا اور دوبارہ دبایا حتیٰ کہ اُسکے دبانے سے مجھے مشقت پہنچی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اُس نے تیسری بار پکڑ کر مجھ کو دبایا کہ اُس کے دبانے سے مجھ کو مشقت پہنچی پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا اِنسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا پروردگار سب سے بزرگ تر ہے جس نے قلم کے واسطہ اِنسان کو تعلیم دی وہ چیز کہ جانتا نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اِن آیات کو لے کر لوٹے آپ کا دِل کانپ رہا تھا۔ آپ خدیجہؓ کے پاس گئے اور کہا مجھ کو کپڑا اڑھا دو کپڑا اڑھا دو۔ اُنہوں نے آپ کو کپڑا اڑھا دیا۔ آپ سے

خوف دور ہوا۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا اور تمام واقعہ بتلا دیا کہ مجھ کو اپنی جان کا ڈر ہے۔ خدیجہؓ کہنے لگیں ہرگز نہیں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں باتیں سچی کرتے ہیں بوجھ اُٹھا لیتے ہیں محتاج کو کما کر دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔حق کے حادثوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اُسے کہا اے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے سے سنیئے کیا کہتا ہے۔ ورقہ نے کہا اے بھتیجے تو کیا دیکھتا ہے آپ نے جو کچھ دیکھا تھا اسکی خبر دی۔ ورقہ کہنے لگا یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر اُترا تھا۔ اے کاش میں اُس وقت جوان ہوتا۔ اے کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھ کو مکہ سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ مجھ کو نکال دیں گے۔ اُس نے کہا ہاں جس شخص کے پاس بھی ایسا کچھ آیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے وہ دشمنی کیا گیا ہے۔ اگر مجھ کو تمہارے اس دن نے پالیا میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد ورقہ فوت ہو گئے اور وحی منقطع ہو گئی (متفق علیہ) اور بخاری نے زیادہ کیا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ وحی رُک جانے پر آپ ﷺ کو نہایت غم ہوا کئی بار غم کی وجہ سے صبح جاتے کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے گر پڑیں۔ جب آپ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تاکہ اپنے نفس کو گرا دیں جبریل ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا نفس تسکین پاتا۔

(۱) آنحضرت ﷺ کو غارِ حرا میں جو پہلی پانچ آیات الہام ہوئی تھیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پڑھنے کی طرف راغب کیا۔ علم کی طرف توجہ دلائی اور علم کی اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ بظاہر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی یا رسول نہیں کہا تھا اور نہ ہی ان آیات میں آپکی بعثت یا ماموریت کا کوئی ذکر ہے۔ ثانیاً۔ غارِ حرا کے اس روحانی واقعہ کے بعد کچھ عرصہ کیلئے نزول وحی میں وقفہ پڑ گیا اور وحی کا یہ التوا آپ کیلئے غم کا باعث بنا۔

(۲) مکہ میں اس وقت مختلف قبائل آباد تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا سردار تھا اور اُن میں ایک قبائلی نظام جاری تھا۔ آنحضرت نے اپنی پہلی وحی کے بعد غارِ حرا سے اُتر کر مکہ کے سرداروں کے آگے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ شروع میں آہستہ آہستہ اپنے قریبی عزیز و اقارب اور دوست احباب کو غارِ حرا کے اس روحانی واقعہ سے آگاہ فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا بھی آپ ﷺ کو یہی حکم تھا۔ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ. (الشعرا۔۲۱۵) اور تو (سب سے پہلے) اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔

(۳) شروع میں آنحضرت ﷺ عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام کے متعلق دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کوئی بخش دے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپکی دُعا قبول فرماتے ہوئے عمر بن خطاب کو ہدایت بخش دی تو پھر آنحضور ﷺ نے اپنی دعوت اور تبلیغ کو وسعت دی۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام اور تبلیغ میں وقت اور حالات کے مطابق آہستہ آہستہ تغیّر پیدا ہوتا گیا۔ اس سب کے باوجود ہم یقین رکھتے ہیں کہ غارِ حرا کا روحانی واقعہ آنحضرت کی بعثت اور ماموریت کا آغاز تھا۔

(۴) حضرت مرزا غلام احمدؑ کا ایک رات کا روحانی واقعہ

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "عرصہ قریباً پچیس برس (۱۸۷۸۔ ناقل) کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رؤیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں۔ اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اُتار دوں۔ چنانچہ میں نے اُنکی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اُتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہو گئے جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے۔ اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے اُن سب سے کہا کہ میں دُعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو۔ تب میں نے یہ دُعا کی:۔ رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّي الرِّجْسَ وَ طَهِّرْنِيْ تَطْهِيْرًا. ترجمہ۔ اے میرے ربّ مجھ سے ناپاکی کو دُور رکھ اور مجھے بالکل پاک کر دے۔

اس دُعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اُڑ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لیے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر میں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کر رہی ہے یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بہ تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہو گئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ غزنوی اس نور کی گواہی کیلئے پنجاب کی طرف کھنچا تھا اور اُس نے میری نسبت گواہی دی اور اس گواہی کو حافظ محمد یوسف اور اُنکے بھائی محمد یعقوب نے بیان بھی کیا مگر پھر دنیا کی محبت اُن پر غالب آ گئی۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ مولوی عبداللہ نے میرے خواب میں میرے دعوے کی تصدیق کی اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اگر یہ قسم جھوٹی ہے تو اے قادر خدا مجھے ان لوگوں کی ہی زندگی میں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد یا اُنکے مُرید یا شاگرد ہیں سخت عذاب سے مار ورنہ مجھے غالب کر اور اُن کو شرمندہ یا ہدایت یافتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کے اپنے مُنہ کے یہ الفاظ تھے کہ آپ کو آسمانی نشانوں اور دوسرے دلائل کی تلوار دی گئی ہے اور جب میں دُنیا پر تھا تو اُمید رکھتا تھا کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے دُنیا میں بھیجا جائے گا۔ یہ میری خواب ہے۔ اِلْعَنْ مَنْ كَذَبَ وَ اَيِّدْ مَنْ

صَدَّق . ''(نزول المسیح ۱۹۰۲ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحات ۶۱۴۔۶۱۶/تذکرہ صفحہ ۲۳۔۲۴)

اگرچہ حضرت مرزا صاحبؑ کی خواب اور دُعا کے واقعہ کے بعد آپکے ساتھ وحی و اِلہام کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن ۱۸۷۸ء میں آپ نے کوئی (مجدد۔مسیح۔مہدی یا اُمتی نبی) دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بعدازاں آپ نے ۱۸۸۴ء میں اپنے مجدد وقت ہونے کا اعلان فرمایا (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۲۴/سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱)۔ مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ آپ نے ۱۸۹۱ء میں فرمایا (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱)۔ ۱۹۰۱ء میں آپؑ نے اپنے متعلق نبی اور رسول ہونے کے الفاظ استعمال فرمائے تھے جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں۔ ''میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چُکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر اِنکار کرسکتا ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰)۔

(نوٹ) حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے مقام و مرتبہ کے متعلق اگر کوئی مزید جاننا چاہے تو وہ میرے مضمون نمبر ۳۹ (حضرت بانئے سلسلہؑ کا مقام و مرتبہ) کا مطالعہ فرما سکتا ہے۔

۱۸۷۸ء میں گورداسپور میں ایک رات حضرت مرزا صاحب کی دیکھی ہوئی خواب اور دُعا کے نتیجہ میں آپکے بقول آپ کیساتھ الٰہی مکالمہ و مخاطبہ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ بعدازاں یہ الہامات آپکے تمام دعاوی کی بنیاد بنے اور اس طرح ۱۸۷۸ء کا یہ روحانی واقعہ (خواب اور دُعا) آپکے تمام دعاویٰ (مجدد، مسیح موعود، مہدی معہود اور اُمتی نبی) کی بنیاد ہے۔ حضورؑ نے دسمبر ۱۹۰۰ء میں اربعین نمبر ۴ تحریر کرتے وقت یہ جو فرمایا تھا کہ سچا اِلہامی دعویدار آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس (۲۳) برس ضرور زندگی پائے گا۔ آپکے اِس بیان کے وقت آپکے پیش نظر گورداسپور والا ۱۸۷۸ء کا روحانی واقعہ ہی تھا اور اِس طرح آپؑ سمجھتے تھے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے بعد یہ تیئیس (۲۳) برس کا زمانہ یا تو پالیا ہے اور یا پانے کے قریب ہیں۔ اِس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ۱۸۷۸ء میں گورداسپور میں حضورؑ کیساتھ جو روحانی واقعہ (خواب اور دُعا) ہوا تھا۔ آپؑ اِس روحانی واقعے کو ہی اپنی بعثت اور ماموریت کا آغاز سمجھتے تھے اور اِس واقعے کو ہی آپ نے اپنی سچائی کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت یعنی تیئیس (۲۳) سال کے موافق شمار کیا تھا۔ اِس طرح آپؑ اپنی بعثت یا ماموریت کے بعد تیس (۳۰) سال تک اصلاح و تجدید کا کام سرانجام دیتے رہے۔ مندرجہ بالا سطور میں جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اِن روحانی واقعات سے متعلقہ انسانوں کی زندگیاں اِن واقعات کے بعد بدل گئیں تھیں۔ اِن روحانی واقعات کے دوران وہ کسی عظیم کام یا مشن (mission) کیلئے مامور یا مبعوث کر دیئے گئے تھے۔ لہٰذا اِن عظیم اور برگزیدہ اِنسانوں کے یہ روحانی واقعات ہی اِن کے اِلہامی دعاوی (divine claims) کا نقطہ آغاز تھے۔

جہاں تک خاکسار کا تعلق ہے تو میں جنگل میں پیدا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے شاید اِس عاجز کو نیک فطرت پر پیدا کیا تھا۔ بچپن میں سچے خواب بھی دیکھے لیکن اِسکے باوجود کبھی اپنے آپ کو پاک اور نیک خیال نہ کیا۔ ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے شروع میں ایک دن میں اپنے گاؤں ڈاور سے ربوہ آیا تو اِس وقت مغرب کا وقت تھا۔ گھر پہنچنے کے آدھا گھنٹہ بعد میری کوشش کے بغیر غیب سے میرے دِل میں چند منظوم دعائیہ اشعار پیدا ہو گئے جن کا پہلا شعر یہ ہے:۔ ؎

اے میرے اللہ! اب تو میری پکار سن لے۔ بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں نے اِن دعائیہ اشعار کو لکھ لیا اور بعدازاں خود بھی نماز میں اِن دُعائیہ اشعار کو پڑھتا رہا اور اپنے دوست احباب کو بھی تلقین کی کہ وہ انہیں نماز میں پڑھا کریں۔ چند ماہ کے بعد میں نے ایک خواب دیکھی۔ خواب میں خاکسار اپنے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے رُوبرو کھڑا ہے۔ حضورؑ مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ''غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دُعا کرو'' میں نے حضورؑ کیساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا لیے اور متذکرہ بالا دُعا مانگنی شروع کر دی۔ یہی دُعا پڑھ رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ ایک منظوم دُعا کا غیب سے ملنا اور پھر خواب میں حضورؑ کے رُوبرو آپکے اِرشاد پر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر اِس دُعا کا مانگنا میرے لیے ایک عجیب واقعہ تھا۔ خواب دیکھ کر حیران ضرور ہوا لیکن واللہ میرے دِل میں اپنے متعلق نیک اور پاک ہونے کا کوئی خیال نہ گزرا اور نہ ہی کوئی ایسا خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ آئندہ مجھے اپنی ''رحمت کا نشان'' بنانیوالا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں میری زندگی میں پھر ایک ایسا مبارک لمحہ آگیا جس نے میری کایا پلٹ دی۔ اِس وقت میری عمر ۲۹ سال نو ماہ تھی۔ نومبر ۱۹۸۳ء کے آخر سے خاکسار نے لاہور کے احمدیہ ہوسٹل ''دارالحمد'' میں احمدیہ ٹیلنٹ سٹوڈینٹس کلب (ahmadiyya Talent Students Club) کے اجلاس میں لیکچر دینے کیلئے سقراط کے عظیم نظریہ ''نیکی علم ہے'' (virtue is Knowledge) پر غور و فکر شروع کر رکھا تھا۔ خاکسار ''نیکی علم ہے'' کی حقیقت جاننے کیلئے مسلسل دو تین (۲۔۳) ہفتے نیکی اور علم کی ماہیت پر غور و فکر کرتا رہا۔ لیکن دو تین ہفتے کی عقلی کوشش کے باوجود میں اِس سقراطی نظریہ کی حقیقت کو سمجھ نہ سکا۔ آخر وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد میں اپنے کمرے میں ''نیکی علم ہے'' پر غور و فکر کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اِس نظریہ کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں۔ اُسی وقت میں چار پائی پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا اور میں نے سجدہ میں اپنے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی حصول علم کیلئے اِلہامی دُعائیں پڑھنی شروع کر دیں۔ کم و بیش پانچ سے دَس منٹ تک اِن اِلہامی دُعاؤں کو سجدے میں پڑھنے کے بعد سجدے ہی میں مجھے پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعائیں سُن لی ہیں۔ سجدے میں ہی میرے دِل میں علم و حکمت کے چشمے پھوٹ پڑے

اور میری حالت بدل گئی۔سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں بہت خوش تھا اور میری ساری تھکاوٹ اور غم دُور ہو چکا تھا۔اِس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔؟ پھر اِسی دن شام کو مجھے "Virtue is God" کا اِلہام ہوگیا۔اِس اِلہام کے بعد میں ڈر گیا اور بہت دہشت زدہ ہوگیا۔میری یہ خوف کی کیفیت کم وبیش چالیس (۴۰) دن تک رہی۔تب اللہ تعالیٰ نے کچھ کلمات میرے دل میں ڈالے کہ یہ پڑھا کروں۔بعدازاں دن رات میں نے یہ پاکیزہ اور پُراثر کلمات پڑھنے شروع کر دیئے تااِیں کہ میری خوف کی حالت دور ہوگئی۔اِس سجدہ سے اُٹھنے کے بعد سے آجتک میری یہ حالت ہے کہ کوئی علیم وخبیر ہستی مجھے پڑھاتی رہتی ہے۔بعدازاں اُنہیں دِنوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پیشگوئی مصلح کی حقیقت کھول کر مجھے اِس اِلہامی پیشگوئی کے مصداق ہونے کی نوید بخشی اور میں نے یہ خوشخبری اُسی وقت اپنے قریبی دوست احباب کو بتا دی۔اِس طرح میری بعثت یا ماموریت کا زمانہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک ''ایک مبارک سجدہ'' سے شروع ہوجاتا ہے۔خاکسار اپنی کتاب اور دیگر مضامین میں اپنے اِس روحانی واقعہ کو تفصیلاً بیان کر چکا ہے۔لہٰذا یہاں اِسکی تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔آگے آپ لکھتے ہیں۔

QN-6. After his death what should we expect?

سوال کنندہ کا مطلب غالبًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدعی غلام مسیح الزماں بھی اگر اپنے دعویٰ کے بعد تیئیس (۲۳) سال تک زندہ نہ رہے تو پھر ہم اُسکے دعویٰ کو کیا سمجھیں۔؟

الجواب

پچھلے سوال کے جواب میں اِس سوال کا جواب آ چکا ہے لیکن پھر بھی جوابًا عرض کرتا ہوں کہ خاکسار تو وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں اُس ''مبارک سجدہ'' (جس کے نتیجہ میں اُسی دِن مجھے پہلا اِلہام "Virtue is God" ہوا) میں ہی اصلاحِ خلق کیلئے مامور ہوگیا تھا اور تب سے لے کر اب تک پچیس سال کی زندگی بھی پا چکا ہوں۔مزید برآں خاکسار کو کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پیشگوئی مصلح موعود سے متعلقہ اُمور سرانجام دِلوانے کے بعد مجھے میرے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھائے گا۔اِنشاءاللہ تعالیٰ۔

ایک اہم سوال اور اُس کا جواب

اگر جماعت احمدیہ میں کسی وقت کوئی احمدی اِلہامی دعویٰ (divine claim) کیساتھ کھڑا ہوجائے۔تو پھر کیا ہمیں اُسکے دعویٰ کو قبول کرنے سے پہلے اُسکے اِلہامی دعویٰ کے بعد اُسکے تیئیس (۲۳) سال تک زندہ رہنے کا انتظار کرنا چاہیے۔؟

الجواب

خاکسار جوابًا عرض کرتا ہے کہ کسی مدعی کے اِلہامی دعویٰ کے بعد اُسکے دعویٰ کو قبول کرنے کیلئے پہلے اُسکے تیئیس (۲۳) سال تک زندہ رہنے کا انتظار کرنا سراسر ایک غیر معقول بات ہے۔اِس منطق کے مطابق تو پھر ہر نبی اور رسول کے دعویٰ کے بعد اُسکی قوم کو پہلے اُسکے ۲۳ (تیئیس) سال تک زندہ رہنے کا اِنتظار کرنا چاہیے تھا۔؟ اِس کلیہ کے مطابق تو پھر کوئی نبی اور رسول بھی قبولیت نہ پا سکتا۔مثلاً۔اگر یہی کلیہ سیدالانبیاء آنحضرت ﷺ پر مشرکین مکہ استعمال کرتے تو کیا آنحضرت ﷺ سچے نبی ثابت ہو سکتے تھے۔؟ اِس صورت میں کیا آنحضرت ﷺ فتح مکہ کا دن دیکھ سکتے تھے۔؟ ہرگز نہیں۔دراصل ایسے سوال اُن لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جو کہ اپنے دل میں کسی مدعی کا اِنکار کر چکے ہوتے ہیں اور پھر اپنے نفس کو مطمئن کرنے کیلئے وہ ایسے نفسانی جواز گھڑا کرتے ہیں۔المختصر یہ تو نہ قبول کرنے کے بہانے ہیں۔حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اِس معاملہ میں ہماری یہ راہنمائی فرمائی ہے کہ چونکہ تمام ثواب کا دارومدار ایمان پر ہوتا ہے اور ایمان اِس بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہو اِس کو بعض قرائن کے ذریعہ قبول کیا جائے۔اِسی قدر دیکھ لینا کافی ہوتا ہے کہ قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اُسکے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اِس وہم کا جواب یہ ہے کہ تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اِسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردۂ غیب میں ہو اُس کو قرائن مرجحہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنے اِس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اُسکے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اِس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عنداللہ فاسق ہے اور اِسی کے بارے میں اللہ جلّشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اُس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔'' (آئینہ کمالات اِسلام (۱۸۹۲) بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۴)

ہاں اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آپکی سچائی کے حق میں کونسے قرائن ہیں تو یہ ایک جائز سوال ہے۔؟ تو اِس سلسلہ میں جوابًا عرض کرتا ہوں کہ خاکسار نے اپنی کتاب ''آمدنِ عید مبارک بادت۔عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو'' کے صفحہ نمبر ۱۵۷ پر ''مدعی کی صداقت کو پرکھنے کیلئے حضرت مرزا صاحبؑ کا بیان فرمودہ معیار'' کے تحت اپنی سچائی کے حق میں اِن قرائن کا مفصل ذکر کیا ہوا ہے۔افرادِ جماعت یہاں سے اِن کا ملاحظہ بھی فرما سکتے ہیں اور اِن سے استفادہ بھی کر سکتے ہیں۔

QN-7. Accoriding to your studies, the footnote in The Will refers to a person of a Divine nature chosen by god. Jammat-e-Ahmadiyya says that this person is Musleh Maud, the second Khalifa. Are you saying that this cannot be because he has not fullfilled the criteria of the prophecy regarding Musleh Maud?

آپ کے مطالعہ کے مطابق رسالہ الوصیت کا حاشیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنیدہ اِلہامی فطرت کی شخصیت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ یہ شخص مصلح موعود خلیفہ ثانی ہے۔ کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ پیشگوئی مصلح موعود کے معیار (criteria) پر پورا نہیں اُترا ہے۔؟

الجواب

خاکسار جواباً عرض کرتا ہے کہ خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کے معیار (criteria) پر بالکل پورا نہیں اُترتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن) میں یہ سنت بیان فرمائی ہے کہ ہر مبشر وجود بشارت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً۔ (۱) صافات=۱۰۱۔۱۰۳ (۲) ہود=۷۳،۷۴ (۳) ذاریات=۲۹۔۳۱ (۴) الحجر=۵۴۔۵۶ (۵) مریم=۸۔۱۰ (۶) ال عمران=۳۹۔۴۱ (۷) ال عمران=۴۶۔۴۸ (۸) مریم=۲۰۔۲۲۔ لہٰذا کسی مبشر وجود کیلئے اُس کا سب سے پہلا معیار (criteria) یہی ہوتا ہے کہ وہ متعلقہ پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں آتا ہو۔ اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق زکی غلام (مصلح موعود) کی بشارات ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء سے شروع ہوکر ۶۔۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتی ہیں۔ اِس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ زکی غلام یعنی مصلح موعود نے ۶۔۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا ہے۔ خلیفہ ثانی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت یا (criteria) میں اِس لیئے نہیں آتے کیونکہ وہ ۶۔۷۔نومبر ۱۹۰۷ء سے بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ زکی غلام یعنی مصلح موعود کی بشارت ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء میں نازل ہوئی تھی اور خلیفہ ثانی اِس بشارت کے بعد یعنی ۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے ہیں۔ تو اِس ضمن میں خاکسار جواباً عرض کرتا ہے کہ اگر خلیفہ ثانی ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بشارت دیئے گئے زکی غلام کے طور پر ۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہو گئے ہوتے تو پھر خلیفہ ثانی کی پیدائش کے بعد ۶۔۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک زکی غلام سے متعلق اِلہامی بشارات نازل نہ ہوتیں۔ مزید برآں یہ یاد رکھیں کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے معیار (criteria) کے مطابق حضرت بانئے سلسلہؑ کا کوئی بھی جسمانی فرزند اِس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ تفصیل کیلئے خاکسار کی متذکرہ بالا کتاب کے پہلے باب (چہ دِلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد) کے دوسرے عنوان (غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کے متعلق مبشر اِلہامات کا ترتیب وار نزول) کا مطالعہ فرمائیں۔

QN-8. If he is not the Musleh Maud then who is? Are we still waiting for him?

اگر وہ (خلیفہ ثانی) مصلح موعود نہیں ہے تو پھر کون ہے۔؟ کیا ہم ابھی تک اُس کا انتظار کررہے ہیں۔؟

الجواب

خلیفہ ثانی قطعی طور پر مصلح موعود نہیں تھا۔ لیکن اُس نے غلط فہمی میں یا جھوٹے طور پر دعویٰ مصلح موعود کرکے اپنے دعویٰ کو ایک غیر اِسلامی نظام کے ذریعہ جبراً افرادِ جماعت سے منوا کر پوری جماعت کو ایک سخت اِبتلاء میں ڈالا ہے۔ عام احمدی تو عوام کالانعام کی طرح ہیں۔ اُنہیں اِن باریک باتوں کی نہ سوجھ بوجھ ہے اور نہ ہی اُنہوں نے کبھی اِس طرف توجہ کی۔ جس طرح مربی یا مولوی نے کہہ دیا۔ اُنہوں نے فوراً آمنا وصدقنا کہہ دیا۔ لیکن جماعت میں جو دیدہ ور قسم کے لوگ تھے اُنہوں نے جب خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود پر اُنگلی اُٹھائی تو اُن کا خلیفہ ثانی اور اُسکے جانشینوں یعنی بیٹوں نے اخراج اور مقاطعہ کرکے اُنہیں المناک سزائیں دیں۔ اِن سزاؤں کے بعد بعض نے تو معافیاں مانگ لیں اور بعض لاہوری گروپ میں شامل ہو گئے اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے احمدیت کو ہی چھوڑ دیا۔ اب عام احمدیوں کو تو اجلاسوں اور چندوں اور نظام جماعت کی دیگر سرگرمیوں (activities) میں اِس طرح اُلجھا دیا گیا ہے کہ اُن بے چاروں کیلئے اِن دقیق مذہبی مسائل پر غور وفکر کرنے کیلئے وقت ہی نہیں۔ اور جماعت میں جو صاحب بصیرت قسم کے لوگ ہیں وہ خاموشی کیساتھ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے زکی غلام (مصلح موعود) کا انتظار کررہے ہیں۔

QN-9. What is your understanding of 'progeny', blood family or spiritual family?

آپکے نزدیک 'progeny' (نسل) سے کیا مراد ہے، خونی نسل یا روحانی نسل۔؟

الجواب

"Progeny" ایک انگلش لفظ ہے۔اُردو میں اِس کیلئے دو(۲) الفاظ ''اولاد'' اور ''ذریت'' استعمال ہوتے ہیں۔اگر ہم "Progeny" کا لفظ کسی عام انسان کے لیے استعمال کریں تو اِس سے مراد اُسکی جسمانی یا صلبی اولاد ہوتی ہے لیکن اگر یہی لفظ کسی روحانی اِنسان کیلئے استعمال کیا جائے تو پھر اِس سے مراد اُسکی جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی اولاد ہو سکتی ہے۔مزید برآں یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے ''اولاد'' کا لفظ جسمانی یا صلبی نسل کیلئے استعمال فرمایا ہے جبکہ ''ذریت'' کا لفظ روحانی نسل کیلئے استعمال فرمایا ہے۔جیسا کہ حضورؑ تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:۔ ''اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کیلئے پیدا کرے۔اور بہت سی اولاد اور ذریت مجھ سے دنیا میں پھیلاوے جیسا کہ اُسکے اس الہام میں ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۴ حاشیہ)

۱۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے دن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''سَاَهَبُ لَكَ غُلَاماًزَكِيّاً۔رَبِّ هَبْ لِيْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ اسْمُه يَحْيٰى ۔اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ ----- آمدن عید مبارک بادت۔عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔'' (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔اے میرے خدا پاک ذریت مجھے بخش۔میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحیٰ ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

اِس اِلہام میں ''ذریت'' کا لفظ ہے اور چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ صاحب نے لفظ ذریت کا انگریزی ترجمہ "Progeny" کیا ہے۔اِس اِلہام کا آپکا ترجمہ درج ذیل ہے۔

Lord,bestow on me pure progeny.(Tadhkirah Page,880)

۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اِس کو مقدّس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔وہ نوراللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اُس کیساتھ فضل ہے۔جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔----''

اِس الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو دو(۲) نشانوں یا دو(۲) وجودوں کی بشارت بخشی تھی۔حضورؑ نے اولاً اِس پیشگوئی کو ایک ہی پیشگوئی خیال کیا اور اس میں بیان فرمودہ وجود کو اپنا لڑکا سمجھا جیسا کہ آپؑ نے بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھا بھی ہے۔صاحبزادہ بشیر احمد اول کی وفات کے بعد آپکو معلوم ہو گیا کہ یہ پیشگوئی دو(۲) نشانوں یا دو(۲) وجودوں پر مشتمل ہے اور اِسی لیے آپؑ حضرت مولوی نورالدینؓ کو خط میں فرماتے ہیں:۔

☆ یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا۔----۔جو آسمان سے آتا ہے۔یہ تمام عبارت چندروزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روزہ رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جائے۔اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے۔----۔بیس ۲۰ فروری کی پیشگوئی۔--۔دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔اور پھر بعد میں الہام الٰہی نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔☆ (مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۰۹)

خاکسار اِس سلسلہ میں اولاً عرض کرتا ہے کہ شروع میں حضورؑ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں لڑکے میرے جسمانی لڑکے ہیں۔مزید برآں حضورؑ کا خیال تھا کہ وجیہہ اور پاک لڑکے کی پیشگوئی کا مصداق بشیر احمد اول تھا اور وہ فوت ہو گیا جب کہ زکی غلام کو آپ اپنا دوسرا لڑکا سمجھتے رہے اور اس زکی غلام کو ہی آپ نے مصلح موعود قرار دیا ہے۔جبکہ امر واقع یہ ہے کہ اِلہامی پیشگوئی میں حضور علیہ السلام کو جو دو نشان بخشے گئے تھے۔اِن سے متعلقہ الہامی پیشگوئیاں اپنے اپنے اصل کی بجائے اپنے اپنے مثیل میں پوری ہوئی اور ہو رہی ہیں۔''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا'' کے مصداق بشیر احمد اول تھے آپکی وفات کے بعد صلبی لڑکے سے متعلقہ یہ پیشگوئی آپکے دوسرے لڑکے (بشیر ثانی) یا مثیل بشر احمد اول کی طرف منتقل ہو گئی۔زکی غلام سے متعلقہ اِلہامی پیشگوئی کا مصداق آپؑ نے صاحبزادہ مبارک احمد کو قرار دیا تھا لیکن وہ بھی فوت ہو گئے اور اِس طرح زکی غلام سے متعلقہ اِلہامی پیشگوئی آپکے جسمانی لڑکوں سے نکل کر آپکی ذریت یعنی جماعت کی طرف منتقل ہو گئی۔

ثانیاً۔اللہ تعالیٰ نے جسمانی یا صلبی لڑکے کے متعلق تو اپنے اِلہام میں بڑے واضح رنگ میں فرمایا ہے کہ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔'' لیکن زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضورؑ سے کوئی ایسا وعدہ نہیں فرمایا کہ ''وہ زکی غلام تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔'' اور پھر یہ زکی غلام حضورؑ کے گھر میں پیدا بھی نہیں ہوا۔لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ زکی غلام ضرور بالضرّ ور حضورؑ کے تخم یعنی (Blood) سے پیدا ہوگا بلکہ یہ حضورؑ کی ذریت یعنی جماعت میں سے بھی ہو سکتا ہے۔

QN-10. Regarding Hazrat Maulvi Noor Uddin, despite himself recognising himself to be a Khalifa, you are still in dispute about the nature of his position as a Khalifa based on what arguements?

حضرت مولوی نور الدینؓ کو خلیفہ سمجھتے ہوئے بھی اگر آپکو اُنکی (as a Khalifa) پوزیشن پر کوئی اعتراض ہے تو اِسکے آپکے پاس کیا دلائل ہیں۔؟

الجواب

جہاں تک حضرت مولوی نور الدینؓ کی ذات کا سوال ہے تو آپ ایک انتہائی برگزیدہ وجود تھے۔اور جماعت احمدیہ میں آپکی نیکی ،طہارت اور تقویٰ پر کسی احمدی کو بھی نہ کوئی اعتراض تھا اور نہ ہے سوائے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے (تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحہ ۴۵) حضورؑ آپکی بہت تعظیم فرماتے تھے۔حضورؑ آپکے متعلق فرماتے ہیں:۔

”وکنت اصرخ فی لیلی و نھاری واقول یاربّ من انصاری یاربّ من انصاری انی فرد مھین۔فلما توا ترفع یدالدعوات۔وامتلأ منه حوّالسمٰوات۔اجیب تضرعی۔وفارت رحمة ربّ العالمین۔فاعطانی ربیّ صدیقا صدوقا۔۔۔۔اسمه کصفاته النورانیة نورالدین۔۔۔۔ولما جاء نی ولاقانی ووقع نظری علیه رایته آیةً من آیات ربیّ وایقنت انه دُعائی الذی کنت اداوم علیه واشرب حسی۔ونبّانی حدسی۔انه من عباداللّٰه المنتخبین۔“ (آئینہ کمالاتِ اِسلام ۱۸۹۳ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحات ۵۸۱۔۵۸۳)”میں رات دِن خدا تعالیٰ کے حضور چلاّ تا اور عرض کرتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔میں تنہا ہوں اور جب دُعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور فضائے آسمانی میری دُعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا۔۔۔۔اِس کا نام اِسکی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔۔۔جب وہ میرے پاس آ کر مجھ سے ملا تو میں نے اُسے اپنے رب کی آیتوں میں سے ایک آیت پایا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ میری اِس دُعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔“

(ترجمہ از عربی عبارت بحوالہ مرقاتُ الیقین فی حَیاتِ نور الدّین صفحہ ۱۔۲ مرتبہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

حضورؑ آپکے متعلق اِرشاد فرماتے ہیں:۔ چہ خوش بُودے اگر ہریک زِ اُمت نوردیں بودے۔ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہوا گر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے۔مگر یہ تو تب ہی ہوسکتا ہے کہ ہر دِل یقین کے نور سے بھر جائے۔

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی وفات کے اگلے دِن یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کا بطور خلیفۃ المسیح اول انتخاب ہوا۔آپؓ عمر رسیدہ ہونے کیساتھ ساتھ بہت منکسر المزاج بھی تھے۔آپؓ چونکہ حضورؑ کی اُولاد کا بے حد احترام کرتے تھے لہٰذا مرزا محمود احمد نے اِس بے جا عقیدت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپؓ کے دور خلافت میں ہی مکاری اور اپنی سیاسی کاروائیوں کا آغاز کر دیا تھا۔مثلاً ۱۹۰۹ء میں ایک ”انجمن اِرشاد“ بناڈالی۔فروری ۱۹۱۱ء میں ”مجلس انصار“ بنالی۔چونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی صفات اور علامات بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کچھ اِس طرح فرمایا ہے ”اُس کیساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا۔۔۔۔“اِس طرح وہ غلط دعویٰ مصلح موعود جس کا عملاً اِعلان ۱۹۴۴ء میں کیا اُس کی بنیاد جون ۱۹۱۳ء میں اخبار ”الفضل“ جاری کر کے رکھ دی گئی تھی ۱۹۱۳ء میں ہی ”دعوۃ اِلیٰ الخیر فنڈ“ کی بنیاد رکھی گئی۔یہ یاد رہے کہ کسی بھی خلیفہ کو ضرور منکسر المزاج ہونا چاہیے اور اپنے آقا کی اولاد کا احترام بھی کرنا چاہیے لیکن جائز حد تک۔جب کوئی خلیفہ راشد دیکھے کہ میرے آقا کی اولاد یا بعض دیگر اصحاب کے ہاتھوں جماعت کو نقصان پہنچ سکتا ہے یا پہنچ رہا ہے تو اُسے چاہیے کہ ایسے سب نقصان رساں لوگوں کیساتھ آہنی ہاتھوں سے نپٹے۔خاکسار یہاں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال پیش کرتا ہے۔آنحضرتﷺ کے بعد اُمت محمدیہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی منکسر المزاج نہیں تھا۔لیکن جب اُمت نے آپ کو خلافت کے منصب جلیلہ پر بٹھا دیا تو بیعت کے بعد آپؓ نے فرمایا۔

”صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کر دیا گیا، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔اگر میں اچھے کام کروں تو ان میں میری مدد کرو، اور اگر دیکھو کہ میں برائی کی طرف جا رہا ہوں تو مجھے سیدھا کردو۔سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔اے لوگو! تم میں سے جو ضعیف ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں۔اِنشاءاللہ۔اور بظاہر زورو قوت رکھنے والا آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔یہاں تک کہ میں بے سہارا کمزور آدمی کا حق اس سے دلا دوں اِنشاءاللہ تعالیٰ۔جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے، اس کو خدا خوار اور ذلیل کر کے چھوڑتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جائے، خدا اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔میں خدا اور اس کے رسولﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں تو تم لوگ میری اطاعت کرو۔لیکن اگر میں خدا اور اسکے رسول ﷺ کے راستے کو چھوڑ دوں، تو تم میں سے کسی ایک پر بھی میرا حکم نہیں چل سکتا۔اچھا، اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔اللہ تم پر رحم فرمائے۔“ (اصحاب رسولﷺ اور اُنکے کارنامے صفحہ ۶۷ ،مطبوعہ فیروز سنز لاہور، مصنف نبی احمد سہا، بحوالہ ابن ہشام امر سقیفہ بنی ساعدہ)

ہم جانتے ہیں کہ آپکی خلافت کے آغاز میں جب مرتدین اِسلام اور منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اُٹھا تو آپ نے بغیر کسی لحاظ اور مروّت کے بڑی دلیری کیساتھ اِن فتنوں کا قلع قمع کیا۔

جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خلافت کا تعلق ہے تو اِس ضمن میں عرض ہے کہ حضورؑ کی رحلت کے بعد جماعتِ احمدیہ میں اگر آج تک کوئی خلیفہ راشد گزرا ہے تو وہ آپ ہی

تھے۔لیکن اِس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی اِنسان کواور بطورخاص ذمہ دار اِنسان کونرمی اور رحمدلی میں بھی حدِ اعتدال کے اندر رہنا چاہیے۔آپؓ کی وفات کے بعد بعض لوگوں (مرزامحموداحمداور مولوی محمدعلی گروپ) نے جماعتی اتحاداور عقائدکو جونقصان پہنچایا ہے اِسکی وجہ بننے میں آپکی نرمی اور رحمدلی کا بھی دخل ہے۔اگر آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح اِن لوگوں کیساتھ سختی سے نپٹتے تو ہم احمدیوں کوآج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔مرزا بشیراحمد سیرت المہدی میں لکھتے ہیں:۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جن ایام میں حضرت مسیح موعودؑ رسالہ الوصیت لکھ رہے تھےایک دفعہ جب آپ شریف (یعنی میرے چھوٹے بھائی عزیزم مرزا شریف احمد) کے مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔آپ نے مجھ سے کہا کہ مولوی محمد علی سے ایک انگریز نے دریافت کیا تھا کہ جس طرح بڑے آدمی اپنا جانشین مقرر کیا کرتے ہیں مرزاصاحب نے بھی کوئی جانشین مقرر کیا ہے یانہیں؟ اِسکے بعد آپ فرمانے لگےتمہارا کیا خیال ہے۔کیا میں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کولکھ دوں یا فرمایا مقرر کردوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔''(سیرت المہدی جلداول صفحہ۱۰)

سیرت المہدی کی مندرجہ بالا روایت میں ہمارے آقا نے اپنی زوجہ محترمہ سے یہ جو پوچھا تھا کہ کیا میں محمود کو جانشین لکھ دوں۔غالبًا اِسکی دووجوہات تھیں۔ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ جاننا چاہتے تھے کہ میری وفات کے بعد میری جانشینی کے سلسلہ میں میری زوجہ محترمہ کا کیا خیال ہے۔؟ دوسری وجہ غالبًا یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ نبی بھی بشر ہوتے ہیں۔اُن کیساتھ بھی نفس لگا ہوا ہوتا ہے۔اُنکے دِلوں میں بھی خواہشیں اور تمنائیں ہوتی ہیں۔اِن سے بھی کبھی شاذ ونادر کے طور پر اِجتہادی غلطی سرزد ہوسکتی ہے۔اِس سے انکار ممکن نہیں۔لیکن بحثیت مجموعی یہ برگزیدہ لوگ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ ہمارے آقا کے دِل میں بھی ایسی کوئی تمنا پیدا ہوئی ہو کہ میرے بعد میرا جانشین کوئی میرا بیٹا ہو۔؟لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بشریت کے ناطے اگر ایسی کوئی تمنا حضورؑ کے دِل میں پیدا ہوئی بھی تھی تو بھی جب آپؑ کی زندگی میں ہی آپکے بیٹے مرزا محمود پر بدکاری کا پہلا الزام لگ گیا تو آپؑ محتاط ہوگئے۔لیکن میرا خیال ہے اگر حضورؑ اپنے بیٹے مرزا محموداحمد کو اپنے بعد اپنا جانشین نامزد کرجاتے تو جماعت احمدیہ میں سب سے پہلا اخراج اور مقاطعہ حضرت مولوی نورالدینؓ کا ہوتا۔

QN-11. What were the references in the Tadhkara you were referring to regarding Qudrat Sanniya?

تذکرہ میں قدرتِ ثانیہ سے متعلقہ وہ کونسے حوالے ہیں جن کا آپ حوالہ دے رہے ہیں۔

الجواب

قدرتِ ثانیہ کا ذکر

حضرت بانئے جماعتؑ نے ''قدرتِ ثانیہ'' کا مفصل ذکر اپنے رسالہ ''الوصیت'' میں تحریر فرمایا ہے۔حضورؑ نے اپنے بعد روح القدس پاکر کھڑا ہونیوالے جس زکی غلام کا اپنے رسالہ ''الوصیت'' میں ذکرفرمایا ہے اِس سے متعلقہ حوالہ تو ''تذکرہ'' میں موجود ہے لیکن قدرتِ ثانیہ کی باقی تفصیل تذکرہ میں نہیں ملتی۔یہ تفصیل آپ رسالہ ''الوصیت'' میں سے پڑھ سکتے ہیں۔(حسنِ اتفاق سے رسالہ ''الوصیت'' کا انگریزی ترجمہ(The Will)اِس وقت جماعت احمدیہ کی ویب سائٹ(http://www.alislam.org/)کے سیکشن(Book)میں موجود ہے)۔لیکن خاکسار رسالہ ''الوصیت'' سے قدرتِ ثانیہ سے متعلقہ مکمل اِقتباس اور اِس کا انگریزی ترجمہ یہاں افادۂ عام کیلئے نقل کرتا ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں:۔

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ۔(ترجمہ۔خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اُسکے نبی غالب رہیں گے)اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر قائم ہوجائے اور اسکا کوئی مقابلہ نہ کرسکے۔اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کیساتھ انکی سچائی ظاہر کردیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُسکی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کردیتا ہے۔لیکن اسکی پوری تکمیل اُنکے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں انکو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کرچکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو(۲)قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔(۱)اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔(۲)دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔اور یقین کرلیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہوجائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی

تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُنکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ ؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (النور:۵٦) یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُنکے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ ؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُنکے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ ؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ان میں سے ایک مرتد بھی ہو گیا۔

سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اُسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائیگا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جنکے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائیگی۔

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ (ؿ) خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا اشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔ ☆ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحات ۳۰۴ تا ۳۰۷)

(ؿ) ”ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس (۴۰) مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحات ۳۰٦، حاشیہ) [1]

"This is the Way of God. And ever since He created man on earth He has always been demonstrating this Divine practice. He helps His Prophets (as) and Messengers (as) and grants them success and predominance, as He says: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ[1]

And by predominance is meant that as Messengers (as) and Prophets (as) desire that God's Hujjat is established in the world and no one is able to oppose it, so, in turn, does God demonstrate with

powerful signs their truthfulness as well as the truth they wish to spread in the world. He lets them sow the seed of it [the truth], but He does not let it come to full fruition at their hands. Rather He causes them to die at such time as apparently forebodes a kind of failure and thereby provides an opportunity for the opponents to laugh at, ridicule, taunt, and reproach the Prophets (as). And after they have had their fill of ridicule and reproach, He reveals yet another dimension of His Might and creates such means by which the objectives which had to some extent remained incomplete are fully realized. Thus He manifests two kinds of Power. (1) First He shows the Hand of His Power at the hands of His Prophets (as) themselves. (2) Second, when with the death of a Prophet (as), difficulties and problems arise and the enemy feels stronger and thinks that things are in disarray and is convinced that now this Jama'at will become extinct and even members of the Jama'at, too, are in a quandary and their backs are broken, and some of the unfortunate ones choose paths that lead to apostasy, then it is that God for the second time shows His Mighty Power and supports and takes care of the shaken Jama'at. Thus one who remains steadfast till the end witnesses this miracle of God. This is what happened at the time of Hadrat Abu Bakr Siddiq (ra), when the demise of the Holy Prophet (sa) was considered untimely and many an ignorant Bedouin turned apostate. The companions (ra) of the Holy Prophet (sa), too, stricken with grief, became like those who lose their senses. Then Allah raised Abu Bakr Siddiq (ra) and showed for the second time the manifestation of His Power and saved Islam, just when it was about to fall, and fulfilled the promise which was spelled out in the verse:

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔[2]

,that is, after the fear We shall firmly re-establish them. That is also what happened at the time of Moses (as), when he died on his way from Egypt to Kin'an before taking the Israelites to the intended destination in accordance with the promise. At his [Moses's] death Israelites were plunged into deep mourning. It is written in Torah that with the grief at this untimely death and sudden departure of Moses (as), the Israelites wept for forty days. The same happened with Christ (as). At the time of the incident of Crucifixion all his disciples scattered and even one of them apostatized. So dear friends! since it is the Sunnatullah, from time immemorial, that God Almighty shows two Manifestations so that the two false joys of the opponents be put to an end, it is not possible now that God should relinquish His Sunnah of old. So do not grieve over what I have said to you; nor should your hearts be distressed. For it is essential for you to witness the second Manifestation also, and its Coming is better for you because it is everlasting the continuity of which will not end till the Day of Judgement. And that second Manifestation cannot come unless I depart. But when I depart, God will send that second Manifestation for you which shall always stay with you just as promised by God in

Brahin-e-Ahmadiyya. And this promise is not for my person. Rather the promise is with reference to you, as God [addressing me] says: I shall make this Jama'at who are your followers, prevail over others till the Day of Judgment. Thus it is inevitable that you see the day of my departure, so that after that day the day comes which is the day of ever-lasting promise. Our God is He Who keeps His promise and is Faithful and is the Truthful God. He shall show you all that He has promised. Though these days are the last days of this world and there are many a disaster waiting to happen, yet it is necessary that this world continues to exist until all those things about which God has prophesied come to pass. I came from God as a Manifestation of Divine Providence and I am a personification of His Power. And after I am gone there will be some other persons who will be the manifestation of the second Power [of God]. So, while waiting for the second Manifestation of His Power, you all together keep yourselves busy praying. And let a Jama'at of righteous people, one and all, in every country keep themselves busy in prayers so that the second Manifestation may descend from the Heaven and show you that your God is such Mighty God. Consider your death to be close at hand for you never know when that hour will strike. Let the righteous persons of the Jama'at who have pure souls accept Bai'at in my name[3]. God Almighty desires to draw all those who live in various habitations of the world, be it Europe or Asia, and who have virtuous nature, to the Unity of God and unite His servants under one Faith. This indeed is the purpose of God for which I have been sent to the world. You, too, therefore should pursue this end, but with kindness, moral probity and fervent prayers. And till that time when someone inspired by God with the Holy Spirit is raised by Him, all of you should work in harmony with one another."(Roohani Khazain Volume 20 Pages,304-307)

[1] 'God has ordained that He and His Prophets shall prevail.'.

Al-Mujadalah:22

[2] Al-Nur:56

[3] "Such persons will be selected by consensus of the believers. Hence if forty believers agree that a person is competent to accept Bai'at in my name, he will be entitled to accept Bai'at. And such a person ought to make himself an example for others. God has informed me: "I shall raise for thy Jama'at one from thy progeny and shall honour him with My revelation and nearness. Truth will flourish through him and a large number of people accept him." So wait for those days. And you should remember that one is recognized only when one's time comes. And it is possible that before such a time one may appear to be an ordinary person; or because of some deceptive thoughts, one may even be regarded as objectionable; just as one who is destined to be perfect, is at one time, only a drop of semen or clot of blood in the womb."(Roohani Khazain Volume 20 Page,page.306-footnote)

اپنے اِس اقتباس میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنے بعد دو (۲) سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اِن میں سے ایک (۱) اِنتخابی یا انتظامی سلسلہ اور دوسرا (۲) اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ ہے۔ اِن دو سلسلوں میں سے ہی ایک سلسلہ کو حضورؑ نے قدرتِ ثانیہ کا نام دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ قدرتِ ثانیہ کیا ہے اور اِس سے کیا مراد ہے۔؟ اِس سوال کا جواب خاکسار بعد میں دے گا لیکن پہلے میں حضورؑ کے بیان فرمودہ سلسلوں کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اِنتخابی یا انتظامی سلسلہ

حضورؑ نے اِنتخابی یا اِنتظامی سلسلہ کے متعلق جو فرمایا ہے خاکسار یہاں آپکے الفاظ نقل کرتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) ''اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔'' اِسی سلسلہ کے متعلق حضورؑ مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۲) ''ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس (۴۰) مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے۔''

(۲) اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ

حضورؑ نے اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ کے متعلق یوں فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) ''خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو اِن دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔''

(۲) ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔۔۔۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔''

اب میں اِس سوال پر روشنی ڈالتا ہوں کہ قدرتِ ثانیہ کیا ہے اور اِس سے کیا مراد ہے۔؟

قدرتِ ثانیہ سے کیا مراد ہے۔؟

یہ یاد رہے کہ حضورؑ نے اپنے بعد قدرتِ ثانیہ کا ذکر فرماتے ہوئے اُسے دائمی قرار دیا ہے اور اُسکے متعلق فرمایا ہے کہ اُس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اب سوال ہے کہ حضورؑ کے بیان فرمودہ دونوں سلسلوں میں سے کون سا سلسلہ دائمی ہوسکتا ہے اور اُس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ ہر صاحب فکر اور صاحب بصیرت اِنسان اِس سے اتفاق کرے گا کہ وہ سلسلہ جو دائمی ہے اور جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوسکتا وہ صرف اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ ہی ہوسکتا ہے اور اِسی سلسلہ کو حضورؑ نے قدرتِ ثانیہ کا نام دیا ہے۔ ہاں اِنتخابی یا اِنتظامی سلسلہ بھی جب تک یہ رشد و ہدایت پر قائم رہے قدرتِ ثانیہ کہلا سکتا ہے لیکن یہ صرف وقتی یا عارضی ہوتا ہے۔ دائمی نہیں ہوسکتا۔ خاکسار اپنے نقطۂ نظر کی اصابت کے حق میں ذیل میں چند دلائل پیش کرتا ہے۔

(۱) ہم سب جانتے اور مانتے بھی ہیں کہ احمدی قدرتِ ثانیہ محمدی قدرتِ ثانیہ ہی کا تسلسل اور اِسی کا ظِل اور اِسی کا بروز ہے اور ظل کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کسی بھی رنگ میں اصل پر برتری حاصل کر لے۔ احمدی قدرتِ ثانیہ کسی نہ کسی حد تک محمدی قدرتِ ثانیہ کیساتھ مشابہت تو اختیار کرسکتی ہے لیکن اِس جیسی یا اِس سے بڑھ کر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اصل، اصل ہوتا ہے اور نقل، نقل ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد محمدی قدرتِ ثانیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ظاہر ہوئی تھی۔؟ ہم جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد محمدی اِنتخابی یا انتظامی سلسلہ تیس (۳۰) سال کے بعد ختم ہوگیا اور اُسکی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ محمدی اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ تیرہ سو (۱۳۰۰) سال تک چلتا رہا اور اِس میں چودھویں صدی ہجری تک قدرتِ ثانیہ کے تیرہ (۱۳) مظاہر ظاہر ہوئے۔ محمدی قدرتِ ثانیہ کے یہ سب مظاہر صاحب وحی و اِلہام تھے اور رُوح القدس پا کر کھڑے ہوئے تھے۔ چودھویں صدی کے بعد یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ اِسکی صرف شکل بدلی ہے۔ یعنی احمدیت کا رنگ اختیار کر کے یہ احمدی اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ میں منتقل ہوگیا ہے۔ اب جب محمدی اِنتخابی یا اِنتظامی سلسلہ تیس (۳۰) سال کے بعد ختم ہوگیا تو پھر زیادہ سے زیادہ ہم اِسے وقتی یا عارضی قدرتِ ثانیہ کا نام تو دے سکتے ہیں لیکن ہم اِسے دائمی ہرگز قرار نہیں دے سکتے۔ لہٰذا محمدی سلسلہ میں قدرتِ ثانیہ کا دائمی سلسلہ صرف اور صرف اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ ہی ہے۔ اب آتے ہیں احمدی سلسلہ کی طرف۔ جیسا کہ شروع میں خاکسار عرض کر چکا ہے کہ احمدی سلسلہ محمدی سلسلہ کا ہی تسلسل ہے۔ اب یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ احمدی سلسلہ میں احمدی اِنتخابی یا اِنتظامی سلسلہ دائمی طور پر رشد و ہدایت پر گامزن رہے اور اِس میں کوئی فساد یا نفسانی فتور نہ

پڑے۔؟ یہ غیر عقلی بھی ہے اور ناممکن بھی۔ لہٰذا اِس طرح قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ احمدی سلسلہ میں اِلہامی یا تجدیدی سلسلہ ہی قدرتِ ثانیہ ہے کیونکہ محمدی سلسلہ کی طرح وہی دائمی ہے۔ اِس طرح احمدی قدرتِ ثانیہ کے پہلے اور عالمِ اِسلام کے پندرھویں مظہر سابقہ محمدی مظاہر کی طرح آنحضرت ﷺ کے فرمان ("اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔" (مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۱۷ بحوالہ سنن ابوداؤد جلد ۲ کتاب الملاحم) یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اِس اُمت کیلئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کیلئے دین کو تازہ کرے گا) کے مطابق پندرھویں صدی ہجری کے سر پر رُوح القدس پا کر کھڑے ہونگے۔ اور وہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا موعود روحانی فرزند کی غلام یعنی مصلح موعود ہے۔

(۲) جہاں تک حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ کا تعلق ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک اِنتخابی خلیفہ تو ضرور سمجھتے تھے لیکن جس قدرتِ ثانیہ کی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو بشارت عطا فرمائی تھی وہ اپنے آپ کو اِس کا مصداق نہیں سمجھتے تھے۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں آپ کی طرح دیگر تمام اصحاب احمدؑ بھی اِس انتخابی خلافت کو قدرتِ ثانیہ نہیں سمجھتے تھے اور پوری جماعت بشمول خلیفۃ المسیح اولؓ موعود قدرتِ ثانیہ کے نزول کے لیے بڑے درد اور اِلحاح کیساتھ مسلسل دعائیں کرتے رہے جیسا کہ تاریخ احمدیت (تاریخ محمودیت۔ ناقل) کے درجِ ذیل اِقتباس سے ظاہر و باہر ہے۔

قدرتِ ثانیہ کیلئے اِجتماعی دعائیں

☆ قدرتِ ثانیہ کیلئے اِجتماعی دعا :۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے لیے ہر ملک میں اکٹھے ہو کر اِجتماعی دعا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اولؓ نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اخبارات میں اِجتماعی دعا کی تحریک شائع کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے اِسکی تعمیل میں اعلان شائع کر دیا۔ قادیان میں حضرت میر صاحب ایک عرصہ تک مسجد مبارک میں یہ اِجتماعی دعا کراتے رہے۔☆ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

اَمرِ واقع یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے موعود زکی غلام کو ہی قدرتِ ثانیہ کا مصداق سمجھتے تھے جس نے بعد ازاں روح القدس پا کر کھڑا ہونا تھا۔ احمدی موعود قدرتِ ثانیہ کے اِس پہلے مظہر کو حضورؑ نے "مصلح موعود" کا نام دیا تھا اور خلیفہ اولؓ بھی اُسے مجدد سمجھتے تھے۔ اگر "اِنتخابی خلافت" حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی نظر میں قدرتِ ثانیہ ہوتی تو آپؓ ضرور حضرت میر ناصر نواب سے یہ اِرشاد فرماتے کہ "قدرتِ ثانیہ" تو مجسم رنگ میں خلیفۃ المسیح اول کی صورت میں افرادِ جماعت کے سامنے موجود ہے اور اب آپ کس قدرتِ ثانیہ کیلئے دعائیں کرنا اور کروانا چاہتے ہیں۔؟ لیکن آپؓ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپؓ بذاتِ خود بھی جماعت کے ساتھ مل کر "قدرتِ ثانیہ" کے نزول کیلئے دعائیں کرتے رہے۔

نوٹ۔ یہ سوالات جماعت احمدیہ کی ایک معزز شخصیت نے مجھ سے بالواسطہ پوچھے ہیں۔ اور مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں اُس کا نام نہ ظاہر کروں۔ میرا تو یہ اصول ہے اور میں اس کا پابند بھی ہوں کہ اگر کوئی سائل اپنا نام ظاہر نہ کرنا چاہیے تو بیشک ظاہر نہ کرے۔ اگر کبھی اِس معزز شخصیت نے خود اپنا نام ظاہر کرنے کیلئے مجھے کہا تو پھر میں اُنکا نام بھی ظاہر کر دونگا۔

والسلام

عبدالغفار جنبہ/ کیل۔ جرمنی

مورخہ ۲۷۔ اپریل ۲۰۰۹ء

☆☆☆☆☆